ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (سورۃ ابراھیم)

اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال پاکیزہ درخت کے ساتھ بیان کی
جسکی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان تک جا پہنچیں۔

اضافہ و ترمیم شدہ ایڈیشن



کلمہ اسلام

کی تشریح و تفسیر

مؤلف:

محمد عطاء اللہ بندیالوی

Design Point A.B.S. (M.Mujahid)

مکتبہ توحید و سنت
بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (سورۃ ابراھیم)

اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال پاکیزہ درخت کے ساتھ بیان کی
جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان تک جا پہنچیں۔

ترمیم شدہ ایڈیشن



کلمہ اسلام کی تشریح و تفسیر

مؤلف:

محمد عطاء اللہ بندیالوی

Design Point A.B.S. (M.Mujahid)

مکتبہ توحید و سنت
بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا

کتاب : کلمۂ اسلام کی تشریح و تفسیر
مصنف : علامہ محمد عطاء اللہ بندیالوی
طبع اول : ستمبر ۱۹۹۲ء
طبع ثانی : اکتوبر ۲۰۰۲ء
پروف ریڈنگ ابوطلحہ حنفی
ناشر : مکتبہ توحید و سنت بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا
کمپوزنگ بخطِ واسطی : گلستانِ اسلام پریس قاضی مارکیٹ بلاک ۱۱ سرگودھا
قیمت : ۳۶ روپے

ملنے کے پتے

- المکتبۃ الحسینیہ بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا
- توحید و سنت کیسٹ اینڈ سی ڈی ہاؤس نزد معاویہؓ مسجد سرگودھا
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ تنویر القرآن اردو بازار لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

جس شرک اور قبر پرستی سے رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آخری وقت تک امت کو روکتے رہے تھے اس شرک اور قبر پرستی کا زہر عباد البطن علماء اور گدی نشینوں نے مزاروں کے ذریعے عوام الناس کے رگ وپے میں اتار دیا تھا۔ اپنے مکر وفریب سے نادان لوگوں کو شرک وبدعات کی اس منزل تک پہنچا دیا تھا کہ مسجدیں ویران ہوگئیں اور قبریں آباد۔ اللہ کا گھر ایک چراغ کو ترستا تھا لیکن مزار بجلی کے قمقموں سے روشن۔ مسجدیں بوسیدہ اور کچی مگر بزرگوں کی قبریں سنگ مرمر سے آراستہ۔ مزاروں پر غیر شرعی افعال کی وہ دھماچوکڑی کہ مشرکینِ مکہ بھی دیکھیں تو الامان والحفیظ پکار اٹھیں۔ شرک وبدعات کی کالی چادر فضا میں تان دی گئی تھی کہ اچانک کفر وشرک کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روشنی کا ایک مینار واں بھچراں ضلع میانوالی سے مولانا حسین علی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی صورت میں نمودار ہُوا۔ اس مرد مجاہد نے ہاتھ میں لا الہ الا اللہ کی تلوار پکڑی اور شرک کے قلعوں کو مسمار کردیا۔ قرآن وحدیث کے زور دار دلائل سے توحید وسنت پر پڑے دبیز پردوں کو سرکانا شروع کیا۔ مشرکین کی وہ دکھتی رگیں پکڑیں کہ وہ تلملا اٹھے۔ اس کی مجاہدانہ للکار نے شرک وبدعات کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کردیا۔ بڑے بڑے بُت تھر تھر کانپنے لگے۔ آہستہ آہستہ گمراہی کے بادل چھٹتے چلے گئے اور توحید وسنت کی کرنیں فضا میں پھیلنے لگیں۔ انھوں نے قرآن کے نُور سے حق کی آواز ہندوستان، برما، افغانستان، انڈونیشیا اور برصغیر کے اکثر علاقہ تک پُوری جرأت واستقامت سے پہنچائی۔

میری اس تصنیف کا انتساب اسی مرد مجاہد کے نام

محمد عطاء اللہ بندیالوی

تقریظ

استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اپنی مصروفیات کی بنا پر حضرت مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی کی تصنیف کردہ کتاب کلمۂ اسلام کی تشریح وتفسیر بالاستیعاب تو نہیں پڑھ سکا۔ لیکن کتاب کے کئی مقامات کو سنا۔ دل خوش ہوا کہ توحید و سنت کو بڑے دل نشین اور مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اور شرک و بدعت کی بڑے خوبصورت انداز میں تردید اور مذمت بیان کی ہے۔ خصوصاً مسئلۂ اِلٰہ اور عبادت کی تعریف اور عبادت کے اقسام پر علمی انداز میں گفتگو کی ہے۔ لیکن اسے اتنا آسان کر دیا ہے کہ ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے۔

رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے انداز میں پیش کیا ہے---- پھر محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر طرزِ تحریر قابلِ تعریف ہے---- سنت اور بدعت کا تقابل کر کے بدعت کی تعریف اور بدعت کی مذمت میں دلائل کے انبار لگا دیے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس تصنیف کو عوام الناس اور علماء کے لیے نفع مند فرمائے۔ آمین۔

محمد حسین غفرلہٗ
جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا

عرضِ مُصنّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ اسلام۔۔۔۔۔ "واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر" کے بعد میری دوسری تحریری کاوش آپ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔اس تصنیف میں کوشش کی گئی ہے کہ اختصار کے ساتھ کلمۂ اسلام کی صحیح تفسیر اور مناسب تشریح بیان کی جائے۔ میں اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ مطالعہ کے بعد آپ بہتر کرسکیں گے۔۔۔ میرا خیال یہ تھا کہ کلمۂ اسلام کی اس قدر سہل اور آسان ترین تشریح وتفسیر کی جائے کہ معاشرے کا ہر شخص اس سے استفادہ کرسکے۔۔۔ہماری بدقسمتی ہے کہ آج ہمارے معاشرے کا ایک کثیر حصہ کلمۂ اسلام کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا نہیں کرسکتا۔ اور جن خوش نصیب لوگوں کا تلفظ درست ہے وہ اس کے معنی و مفہوم اور تشریح وتفسیر سے مکمل طور پر ناواقف اور بےخبر ہیں۔۔۔۔ اس بےخبری کا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے کہ ہمارے دور کا مُسلمان زبان سے کلمہ ادا کرتا ہے۔۔۔۔ ذکر کی محفلیں سجاتا ہے۔۔۔۔ اِلاَّ اللہ کی ضربیں لگاتا ہے لیکن اس کی عملی زندگی شرک و بدعات کی منحوس بیماریوں سے محفوظ نہیں۔۔۔۔۔ کیا یہ بات باعثِ حیرت و تعجب نہیں کہ ایک شخص کلمہ بھی پڑھتا ہے لیکن بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بھی بناتا ہے۔۔۔۔ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہے لیکن نذر و نیاز غیراللہ کے نام پر دیتا ہے۔۔۔۔۔ وہ کلمہ کا زبانی اقرار بھی کرتا ہے لیکن مصائب و مشکلات میں غیراللہ کو غائبانہ پکارتا ہے۔۔۔۔ وہ کلمہ گو بھی ہے لیکن عالم الغیب اور حاضر و ناظر انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے۔۔۔۔۔ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہے لیکن داتا، گنج بخش، دستگیر، غوث الاعظم، لجپال اور غریب نواز۔۔۔۔۔۔ اللہ کے سوا کسی اور کو مانتا ہے۔۔۔۔۔ وہ کلمہ کا اقرار کرنے کے بعد کبھی یا علی مدد کا نعرہ لگاتا ہے کبھی "اغثنی یا رسول اللہ" کا وظیفہ کرتا ہے۔ وہ کلمہ پڑھنے کے بعد کہتا ہے میرے پاس جو کچھ ہے سب میرے پیر صاحب کی نظرِ کرم ہے۔

کسی شاعر نے اسی لیے کہا تھا:

زباں پہ آیۂ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بھی رہی
صنم کے پاؤں پہ لیکن تری جبیں بھی رہی

اسی طرح ایک مُسلمان کہلانے والا کلمۂ اسلام میں محمد رسُول اللہ بھی پڑھتا ہے مگر اپنی عملی زندگی کو اسوۂ رسُول کے سانچے میں ڈھالنے کے بجائے یہود و نصاریٰ کی نقالی میں گزارنا فخر سمجھتا ہے ------ وہ محمد رسُول اللہ کا اقرار بھی کرتا ہے لیکن پیدائش سے لے کر دفن میت تک قدم قدم پر بدعات و رسومات کے سُنہری جال میں پھنسا ہوا ہے۔

قارئینِ گرامی! یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ وہ نادان مُسلمان کلمۂ اسلام کے مفہُوم اور خصوصاً "اِلٰہ" اور "رسُول" کے معنی سے واقف اور باخبر نہیں ہے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ انتہائی آسان اور عام فہم انداز میں کلمۂ اسلام کے مفہُوم و مطالب کو بیان کیا جائے تا کہ عوام الناس توحید و سنت کے مفہُوم سے آگاہ ہو کر شرک و بدعات سے اپنے دامن کو بچا سکیں۔

اس تصنیف میں جو کچھ خوبی ہے وہ میرے مالک و رازق کا خصوصی فضل و کرم ہے جس نے مجھے اس تحریر کی توفیق عطا فرمائی ---- اور جو خامی و کوتاہی ہوگی وہ مُجھ کم فہم اور کم علم کی طرف سے ہوگی۔

مُحتاجِ دعا،
محمد عطاءُ اللہ بندیالوی
خطیب جامع مسجد معاویہؓ
فاروقِ اعظمؓ روڈ سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی الہ واصحابہ اجمعین

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کوئی شخص جب اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اسے کلمۂ اسلام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اسلام کے دوسرے ارکان سکھائے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اسلام کا مرکزی مقام اور بنیادی اصول یہی کلمہ ہے اور یہ حقیقت بھی ہر ذی شعور پر عیاں ہے کہ کلمۂ اسلام کے دو جز ہیں۔ ایک لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ جس کو کلمۂ توحید اور کلمۂ طیبہ کہتے ہیں، اور دُوسرا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جس کو کلمۂ رسالت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اسی ترتیب سے ہم کلمۂ اِسلام کی دونوں اجزاء کی تشریح کریں گے۔ پہلے کلمۂ توحید کی فضیلت و اہمیت ---- اس کا ترجمہ و تشریح اور صحیح مفہوم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ
کلمۂ توحید یا کلمۂ طیبہ

راہِ ہدایت سے بھٹکی ہُوئی اور شرک و کفر میں گم اِنسانیت کے لیے اللہ رَبُّ العزت نے انبیاءِ کرام علیہم السّلام بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس سُنہری سلسلہ کی پہلی کڑی مسجودِ ملائکہ ---- ابوالبشر حضرت آدم علیہ السّلام تھے اور اس خوبصورت مالا کا آخری موتی امامُ الانبیاء، رحمتِ کائنات، سیدالبشر حضرت مُحمّد رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ گرامی ہے۔

ان تمام انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کی غرض و غایت یہی کلمۂ توحید تھا۔ تمام انبیاء علیہم السّلام نے پوری زندگی اس کلمے کا اعلان کیا۔ یہی ان کا وعظ تھا۔ یہی ان کا پیغام تھا اور یہی

ان کا بیان تھا۔ قرآنِ مقدس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

قرآن وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

ترجمہ ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسُول بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا معبُود کوئی نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو۔ (الانبیاء ۲۱ : ۲۵)

فضیلت و اہمیّت کلمۂ توحید

کلمۂ توحید کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ مندرجہ ذیل احادیث سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حدیث ۱ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
"تمام اذکار سے افضل ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ہے"۔

حدیث ۲ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ : "ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں درخواست کی کہ مجھے کوئی ایک وظیفہ بتلا دیجیے جس کے ذریعے آپ کو یاد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا : لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہا کرو۔ عرض کیا : مولا! مَیں تجھ سے ایسا وظیفہ چاہتا ہوں جو صرف میرے لیے ہو۔ اور یہ کلمۂ توحید تو سب مُسلمان پڑھتے ہیں۔ ربِّ کائنات نے ارشاد فرمایا : اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رکھ دیا جائے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ والا پلڑا جھک جائے گا"۔ (نسائی شریف)

اس حدیث مبارکہ سے اس کلمہ کی اہمیّت اور فضیلت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

حدیث ۳ ایک موقع پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے امامِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ : "قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے نفع اٹھانے والا کون خوش نصیب ہوگا؟"۔ اِرشاد ہوا : قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا وہ شخص ہوگا جس نے اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کی گواہی دی ہوگی"۔ (بخاری شریف)

اس حدیث کا مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ میری شفاعت سے سب سے زیادہ فائدہ اور نفع وہ شخص اٹھائے گا جو اخلاص سے کلمۂ اسلام پڑھ کر مسلمان ہوا۔ لیکن اسے نیک اعمال کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ تو ظاہر ہے کہ اس کے پاس کلمۂ طیبہ کے سوا کوئی عمل نہیں ہو گا۔ اور میری شفاعت سے یہ خوش نصیب نفع حاصل کر کے جنّت کا مستحق ٹھہرے گا۔

حدیث ۴ ایک دفعہ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، ان کے چہرے پر افسردگی اور پریشانی کے آثار تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے افسردگی کا سبب دریافت فرمایا تو انھوں نے عرض کیا: "یارسُول اللہ! گزشتہ رات میرے ایک قریبی رشتہ دار کا انتقال ہوا ہے۔ اور وقتِ نزع میں اس کے پاس تھا۔ مرنے والے کی حالت دیکھ کر طبیعت پر اثر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اس کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کی تھی؟۔ عرض کیا ہاں کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا؟۔ عرض کیا ہاں پڑھ لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر جنّت اس کے لیے واجب ہو گئی۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسُولَ اللہ! زندہ لوگ اس کلمے کو پڑھ لیں تو ان کو کیا ملے گا؟"۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کلمہ ان کے گناہوں کو مٹا دینے والا ہے"۔ (مجمع الزوائد)

حدیث ۵ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جو شخص دن رات میں کسی وقت بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہتا ہے تو اس کے اعمالنامہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اور برائیاں مٹا دیتا ہے۔ اور ان کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں" (مجمع الزوائد)

حدیث ۶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جن لوگوں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھ لیا ان پر نہ قبر میں وحشت ہوگی اور نہ میدانِ محشر میں، وہ قیامت کے دن قبروں سے اٹھیں گے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اور کہیں گے تمام حمد و ثناء اس ذات کے لیے جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غم و رنج ہم سے دُور کر دیا"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ:
"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے والوں پر نہ قبر میں وحشت ہوگی اور نہ موت کے وقت خوف ہوگا"۔ (طبرانی۔ بیہقی)

حدیث ۷ رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ: "جو شخص اخلاص کے ساتھ قیامت کے دن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہوا آیا تو اللہ نے اس پر جہنم حرام قرار دی ہے"۔

(بخاری و مسلم)

حدیث ۸ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ: "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لاؤ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا ہو اور کسی موقع پر مجھے یاد کیا ہو یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہو"۔ (مستدرک حاکم)

حدیث ۹ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا: "یا رسُول اللہ! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بھی نیکیوں میں داخل ہے؟"۔ اِرشاد ہُوا: "یہ تمام نیکیوں سے افضل ہے"۔

(مسند احمد)

حدیث ۱۰ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرما رہے تھے کہ: "اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایک شخص کو پُوری کائنات کے سامنے لائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفترِ اعمالِ بد کے پھیلا دیے جائیں گے ------ یہ شخص جب پریشان ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ گھبرا نہیں، تیری ایک نیکی آج ہمارے پاس محفوظ ہے ------ تجھ پر آج ظلم نہیں ہوگا۔ پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا لایا جائے گا جس میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تحریر ہوگا ------ اسے ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا ------ اور کلمے کے ٹکڑے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا"۔ (ترمذی کتابُ الایمان، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے صرف دس احادیث تحریر کی گئی ہیں۔ ان سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کلمۂ توحید کی اہمیت اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نگاہ میں کتنی ہے اور یہ کلمہ کتنی فضیلت اور برکت کا باعث ہے کہ جس بدبخت انسان نے اپنی

پوری زندگی کفر و شرک میں گزار دی، بُت پرستی اس کا شیوہ رہا، اللہ تعالیٰ کی کریم ذات سے بغاوت کرتا رہا، وقت کے رسُول کی مخالفت کرتا رہا، گناہوں کے سمندر میں غرق رہا، نافرمانیوں کی دلدل میں پھنسا رہا، مگر جب ایسے شخص پر رحمتِ باری متوجہ ہوتی ہے اور وہ کلمۂ توحید کا اقرار کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اس کے عمر بھر کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ کفر و شرک کے داغ دھل جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے کہ جیسے آج اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔

مقامِ فکر ہے کہ جس کلمہ کی خصوصیت اور برکت کا یہ عالم ہے کہ سو سال کا کافر و مشرک پڑھے تو شرک و کفر جیسا منحوس گناہ بھی دھل جاتا ہے۔ پھر اگر اس کلمہ کا وِرد اور ذکر ایک گناہ گار مُسلمان کرے گا تو کیا اس کے گناہ نہیں دھلیں گے؟۔ کیوں نہیں، کلمۂ توحید کی برکت ہے کہ یہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور دل آئینے کی طرح صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔

کلمۂ توحید کی برکت سے وقتِ نزع کی تکالیف و شدائد میں آسانی ہو جاتی ہے، خوف دور ہو جاتا ہے اور دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ کلمۂ توحید ہی کی برکت سے قبر کی وحشت دور اور تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔ کلمۂ توحید ہی کی برکت سے میدان حشر کی حاضری آسان، وحشت ختم، ڈر دُور، خوف و غم سے مامون، حوضِ کوثر کے جام کا مستحق، شفاعت کا حق دار اور وہ شخص عرشِ الٰہی کے سائے میں جگہ پانے والا بن جاتا ہے۔

کلمۂ توحید ہی کی برکت سے وہ پُل صراط کو بجلی کی سی تیزی سے عبور کر جائے گا اور ترازو میں اسی کلمہ کا وزن زمین و آسمان اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب سے بڑھ جائے گا۔ اسی کلمہ پر نجات کا دار و مدار ہے اور زمین و آسمان اور یہ کارخانۂ عالَم جو سجایا گیا ہے تو اسی کلمہ کے لیے۔ جب کوئی شخص بھی اس کلمے کا پڑھنے والا نہیں ہو گا تو زمین و آسمان ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ کارخانۂ عالَم درہم برہم کر دیا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ کیونکہ جس کلمہ کے لیے زمین و آسمان اور پوری کائنات سجائی تھی جب اس کلمہ کا قائل کوئی بھی نہیں رہا تو اب دنیا کو قائم رکھنے کا کیا فائدہ؟۔

کلمۂ توحید کا ترجمہ و تشریح

یہ بات باعثِ ندامت اور افسوس ناک ہے کہ آج مُسلمانوں کی اکثریت طوطے کی طرح رٹا رٹایا کلمہ پڑھتی ہے، وہ اس کے ترجمہ، مطلب اور مفہوم سے قطعًا لاعلم ہیں اور اس سے بڑھ کر المیہ یہ ہے کہ اکثر لوگ اس کلمے کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا ہی نہیں جانتے۔ پھر وہ اس کے ترجمہ اور منشا کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟۔

اس لیے ضروری ہے کہ کلمۂ توحید کا ایسا عام فہم، سادہ اور آسان لفظوں میں ترجمہ اور پھر اس کی مختصر تشریح کردی جائے تاکہ ہر مُسلمان صحیح معنوں میں کلمۂ اِسلام کا پابند بن جائے۔

عام طور پر کلمۂ طیبہ کا معنی اس طرح کیا جاتا ہے: "نہیں کوئی معبود مگر اللّٰہ"۔ گویا کہ "اِلٰہ" کا معنی کیا گیا لفظ "معبود" کے ساتھ۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "اِلٰہ" بھی عربی زبان کا لفظ ہے اور "معبود" بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔ لیکن عوام کی اکثریت عربی زبان سے نابلد اور ناواقف ہے۔ اس لیے "اِلٰہ" کی تفسیر و تشریح ایسے آسان اور عام فہم انداز میں ہونی چاہیے کہ ہر مسلمان اسے آسانی کے ساتھ سمجھ سکے۔

یہ بات تو ہر مسلمان کو تسلیم ہے کہ "اِلٰہ" کا معنی "معبود" ہے، اور "معبود" وہ ہوتا ہے جس کی عبادت کی جائے۔ اس لیے سب سے پہلے عبادت کی تعریف اور مفہوم کا سمجھنا بہت ضروری ہے۔ جب عبادت کا مفہوم اور مطلب سمجھ آجائے گا تو "اِلٰہ" کا مفہوم اور معنی بھی ذہن نشین ہوجائے گا۔

آپ یقینًا جانتے ہوں گے کہ عبادت کے بہت سے افراد و ارکان ہیں۔ مثلاً: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، طواف، احرام باندھنا، قیام، سجدہ و رکوع، نذر و نیاز، سعی بین الصفا و المروہ اور حجرِ اسود کا بوسہ۔ اس لیے عبادت کی ایسی جامع و مانع تعریف کی جائے جو عبادت کے تمام افراد پر صادق آئے اور اپنے تمام اقسام کو محیط ہو، اس سلسلہ میں علماءِ

امت نے عبادت کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ لیکن عبادت کی سب سے مکمل جامع اور خوبصورت تعریف علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف مدارج السالکین میں کی ہے۔ جس کا مختصر مطلب اور :

خلاصہ یہ ہے : اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ دو عقیدے رکھ کر کوئی کام کیا جائے گا تو وہ کام اللہ کی عبادت بن جائے گا۔

1. ایک عقیدہ یہ ہے کہ : "جس ذات کے لیے یہ کام کر رہا ہوں وہ عالم الغیب ہے اور اس کی نگاہ ہر وقت مجھ پر ہے۔ میں اس سے چھپ نہیں سکتا، وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور مَیں اس کو نہیں دیکھ سکتا"۔

2. اور دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ : "جس ذات کے لیے یہ کام کر رہا ہوں وہ مُختارِ کُل ہے، نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہے۔ راضی ہو گا تو نفع دے سکتا ہے اور اگر ناراض ہو گیا تو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے"۔

ان دو عقیدوں نے قربانی، زکوٰۃ، نذر و نیاز کو عبادت بنا دیا، ان ہی دو عقیدوں نے احرام باندھنے، طواف کرنے، حجرِ اسود کو بوسہ دینے، روزہ رکھنے اور امداد کے لیے پکارنے کو عبادت بنا دیا۔

ان دو عقیدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جائے گا، اور اگر یہ عقیدے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ساتھ رکھ کر کوئی کام کرے گا تو وہ غیر اللہ کی عبادت بن جائے گا۔ اگر ان عقیدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گا جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو یہ قیام عبادت بن جائے گا، اور اگر ان دو عقیدوں کے ساتھ کسی نبی ولی پیر فقیر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گا کہ وہ نبی یا ولی مجھے دیکھ رہا ہے اگرچہ میں اسے نہیں دیکھ رہا۔ تو یہ ہاتھ باندھنا اس نبی یا ولی کی عبادت بن جائے گا، اور کلمے کے عہد کا انکار ہو جائے گا۔

ایک شخص "یا اللہ مدد" کہتا ہے۔ اس کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ میری پکار کو غائبانہ سُن رہا ہے اور مدد کرنے پر قادر ہے۔ اس عقیدے نے ان

الفاظ کے کہنے کو عبادت بنادیا۔ اس طرح ''یا اللہ مدد'' کہنا ربّ العالمین کی عبادت بن جائے گا۔

ایک دوسرا شخص ہے جو ''یا علی مدد''۔ ''یا پیر مدد''۔ ''اغثنی یا رسُول اللہ'' کہتا ہے اور عقیدہ اس کا بھی یہی ہے کہ جن سے مدد مانگ رہا ہوں وہ میری پکار کو سُن رہے ہیں۔ مجھے دیکھ رہے ہیں اور وہ مدد کرنے پر قادر بھی ہیں۔ اسی عقیدے نے ''یا اللہ مدد'' کہنے کو عبادت بنایا تھا' جب یہی عقیدہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا اپنے پیر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رکھا تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت بن گیا۔ حالانکہ کلمہ میں اِقرار کیا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

ایک شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اس عقیدے کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ میرے حالات سے واقف ہے اور نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہے۔ اس عقیدے نے مال خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت بنادیا۔

ایک اور شخص جو اپنے پیر کے نام کی نیاز دیتا ہے۔ منت مانتا ہے کہ میرا مریض ٹھیک ہو گیا تو فلاں بزرگ کی قبر پر دیگ اتاروں گا یا بکرا ذبح کروں گا۔ یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی گیارھویں دیتا ہے۔ یا حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کونڈے بھرتا ہے۔ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نیاز دیتا اور سبیل لگاتا ہے' یا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی صحنک پکاتا ہے۔ عقیدہ اس شخص کا بھی یہی ہے کہ جن بزرگوں کے نام کی نیاز دے رہا ہوں وہ میرے حالات سے واقف ہیں۔ نیاز دوں گا تو خوش ہوں گے' مال میں برکت ہوگی اور اگر گیارھویں نہ دی تو بے برکتی ہوگی۔ بھینسوں کے تھنوں سے خُون آجائے گا' یا تھن سوکھ جائیں گے۔ یعنی وہ نفع نقصان پہنچاسکتے ہیں۔ توان عقیدوں سے جب غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دے گا تو وہ غیر اللہ کی عبادت بن جائے گی اور دینے والا مشرک ہو جائے گا۔ اور کلمہ کا اِنکار بھی لازم آئے گا۔ اس لیے کہ کلمہ میں اِقرار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

ایک شخص نے نماز میں ہاتھ باندھے ہیں اس عقیدے کے ساتھ کہ جس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوں وہ مجھے دیکھ رہا ہے جب کہ میں اس کو نہیں دیکھ سکتا، وہ حاضر و ناظر ہے، اس عقیدہ نے ہاتھ باندھنے کو عبادت بنا دیا اور یہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کی عبادت بن گیا۔

ایک دوسرا شخص ہے اس نے جُمعہ کی نماز کے بعد یا جلسہ ختم ہونے پر کھڑے ہو کر ہاتھ باندھے ہیں اور سلام پڑھنا شروع کیا ہے۔ عقیدہ اس کا بھی یہی ہے کہ رحمتِ کائنات حضرت محمد رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حاضر و ناظر ہیں۔ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں اور میں ان کو نہیں دیکھ رہا۔ بس اس عقیدے نے ہاتھ باندھنے اور قیام کو رسُول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عبادت بنا دیا۔ حالانکہ اس شخص نے کلمہ میں اقرار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

ان ہی دو عقیدوں نے طواف کو عبادت بنا دیا۔ اب اگر کسی قبر و حجر کا طواف کرے گا تو مشرک ہو جائے گا۔ ان ہی دو عقیدوں نے التحیات میں دو زانو بیٹھنے کو عبادت بنا دیا ان دو عقیدوں کے ساتھ کسی قبر کے سامنے بیٹھے گا کہ صاحبِ قبر مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہے تو یہ دو زانو بیٹھنا صاحبِ قبر کی عبادت ہو جائے گا۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عالمُ الغیب اور مُختارِ کُل سمجھ کر ان کی کوئی تعظیم کرے گا، سجدہ کرے گا، یا رکوع کرے گا، دو زانو بیٹھے گا، یا کسی قبر کا طواف کرے گا، یا غائبانہ کسی سے مدد مانگے گا، یا کسی سے غائبانہ اُمیدیں وابستہ کرے گا، یا قیام کرے گا، یا کسی کے نام کی نذر و نیاز دے گا، یا کسی کی منت مانے گا۔۔۔ تو غیر اللہ کے لیے مندرجہ بالا کام کرنے والے نے غیر اللہ کو "اِلٰہ" بنالیا ہے۔ کیونکہ یہ دو صفات عالمُ الغیب، مُختارِ کُل ہونا صرف اور صرف "اِلٰہ" میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے میں اگر یہ دو صفات مانی جائیں گی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے "اِلٰہ" مانا جا رہا ہے۔ اور کلمے کا صریح انکار ہو رہا ہے۔ جس میں وعدہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔

عالم الغیب ہونا اور مُختارِ کُل ہونا یہ دو صفات "اِلٰہ" ہی میں پائی جاتی ہیں۔

قرآنِ مقدس میں اس کے بہت سے شواہد اور مثالیں موجود ہیں۔ ایک دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے :

سورۃ آلِ عمران کی آیت ۵ میں اللہ ربُّ العزت نے اپنے علم کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

قرآن اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ

ترجمہ یقیناً اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

پھر آیت ٦ میں اپنے اختیار اور قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

قرآن ہُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ

ترجمہ وہی اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جو ماں کے رحم میں اپنی مرضی کے مطابق تمھاری تصویریں بناتا ہے۔

اپنی ان دو صفتوں (عِلمِ غیب، مُختارِ کُل) کا تذکرہ فرما کر نتیجہ نکالا :

قرآن لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ

ترجمہ اگر یہ دو صفتیں میری ہی ہیں تو پھر تسلیم کرو کہ میرے سوا معبود بھی کوئی نہیں۔

سورۂ قصص کی آیت ٦٨ میں پہلے اپنے اختیار اور قدرت کا تذکرہ فرمایا :

قرآن وَرَبُّکَ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخۡتَارُ

ترجمہ تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور مُختار ہے۔

پھر آیت ٦٩ میں اپنے علم کی وسعت کو اس طرح بیان فرمایا :

قرآن وَرَبُّکَ یَعۡلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوۡرُہُمۡ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ

ترجمہ اور تیرا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

اپنی ان دو صفتوں کو ذکر فرما کر ---- آیت ٧٠ میں نتیجہ نکالا :

قرآن وَہُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ

ترجمہ جب یہ دونوں صفتیں میری ہیں تو پھر مان لو کہ میرے سوا معبود بھی کوئی نہیں۔

یہ مسئلہ اتنا واضح اور فطرت کے مطابق ہے کہ انسان تو انسان رہے پرندے تک کو معلوم ہے۔

سورۃ نمل کی آیت ۲۵ ملاحظہ فرمائیں۔ ایک پرندہ ہدہد اللہ تعالیٰ کی ان دو صفتوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے :

قرآن اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ

ترجمہ وہ لوگ اللہ کو سجدہ کیوں نہ کریں جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔

ان دو صفتوں کا ذکر کر کے ہدہد نے نتیجہ نکالا :

قرآن اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

یعنی جب یہ دونوں صفتیں اللہ کی ہیں تو پھر معبود بھی صرف اور صرف وہی ہے۔

اس مختصر سے رسالے میں گنجائش نہیں کہ مزید مثالیں پیش کی جائیں۔ صاحبِ ذوق حضرات مندرجہ ذیل مقامات دیکھیں :

سورۃ البقرۃ آیۃ ۲۵۵	سورۃ طٰہٰ آیۃ ۶ و ۷
سورۃ انعام آیۃ ۱۳ تا ۱۹	سورۃ نمل آیۃ ۶۰ تا ۶۵

عبادت کی تعریف اور مفہوم آپ پڑھ چکے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی اقسام پر بھی مختصر روشنی ڈال دی جائے۔ عبادت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) قولی عبادت، (۲) بدنی عبادت، (۳) مالی عبادت۔ یہ تینوں قسم کی عبادت صرف اور صرف اللہ ربّ العزت ہی کی ہوگی۔

معراج کی رات آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے رب کی خدمت میں تحفہ پیش کرتے ہوئے کہا : اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اے کائنات کے پالنہار! قولی،

بدنی اور مالی عبادتیں صرف اور صرف تیرے لیے ہوں گی۔

سورۃ انعام میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

قرآن قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

ترجمہ اے میرے محبوب پیغمبر! آپ اعلان فرمادیں کہ میری نماز (یعنی بدنی اور قولی عبادت) اور میری قربانی (یعنی میری مالی عبادت) اور میرا زندہ رہنا اور میری موت صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

قولی عبادت : وہ عبادت ہے جس کا تعلق انسان کے قول اور زبان سے ہے جیسے مصائب میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا اس عقیدے سے کہ وہ میری پکار سنتا ہے اور مدد کرنے پر قادر ہے۔ اگر اس نظریے سے کسی نبی، ولی، پیر، فقیر کو پکارے گا تو شرک ہو جائے گا۔ یہ پکار بزرگ کی عبادت بن جائے گی اور غیر اللہ کی عبادت صریح شرک ہے۔

بدنی عبادت : وہ عبادت ہے جس کا تعلق انسان کے بدن سے ہے جیسے قیام کرنا۔ رکوع اور سجدہ کرنا، مسجد کی مجاورت و خدمت کرنا، طواف کرنا۔ یہ سب کام بدنی عبادت ہیں اور اللہ کے لیے خاص ہیں۔ اگر اللہ کے سوا کسی نبی و ولی کے لیے غائبانہ قیام کرے گا یا کسی کے سامنے رکوع و سجدہ کرے گا یا کسی قبر کی مجاورت کرے گا، یا کسی قبر کا طواف کرے گا تو یہ شرک ہو جائے گا۔

مالی عبادت : وہ عبادت ہے جس کا تعلق انسان کے مال کے ساتھ ہو جیسے زکوٰۃ، عشر، صدقات، قربانی، نذر و نیاز دینا، یا منت ماننا۔ یہ سب افعال مالی عبادت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔

اگر اس کے سوا کسی اور کے نام کی نذر و نیاز دے گا یا کسی کی منت مانے گا تو یہ شرک ہو جائے گا۔

الٰہ اور معبود کا مفہوم اور مطلب سمجھ لینے کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا معنی اس طرح ہو گا : پوری کائنات میں اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔ زمین کی پستیوں میں اور آسمان کی

بلندیوں میں اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں۔ فرشِ زمین پر اور عرشِ بریں پر اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔ آتشیں کرنوں والا سورج بھی اِلٰہ نہیں ہے۔ ضیاء پاشیوں والا چاند بھی اِلٰہ نہیں۔ جگمگاتے ستارے بھی اِلٰہ نہیں۔ نُور سے بنے فرشتے۔ نار سے تخلیق شدہ جنات' اور مٹی سے بنا ہوا انسان بھی اِلٰہ نہیں ہے۔ جلانے والی آگ بھی اِلٰہ نہیں۔ ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی بھی اِلٰہ نہیں ہے۔ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔ کوئی اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ کوئی پیر ہو یا پیغمبر' وہ اِلٰہ نہیں۔ کوئی شجر بھی اِلٰہ نہیں۔ کوئی حجر بھی اِلٰہ نہیں۔ اور کوئی قبر بھی اِلٰہ نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ ہوں یا حضرت موسیٰؑ' حضرت عیسیٰؑ ہوں یا مائی مریمؑ' وہ بھی اِلٰہ نہیں۔ حضرت حسینؓ ہوں یا حضرت علیؓ۔ بلکہ ساری کائنات کے سردار' تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ اور پوری کائنات کا خلاصہ اور نچوڑ حضرت محمد رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی اِلٰہ نہیں۔ پوری کائنات میں صرف اور صرف ایک ہی اِلٰہ ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے۔ لَآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کوئی نہیں جو عبادت کے لائق ہو۔ ہاں اللہ کے سوا کوئی نہیں جو غائبانہ پکار سنتا ہو۔ فریاد رس ہو۔ اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس سے غائبانہ امیدیں وابستہ کی جائیں۔ کوئی نہیں جو برکات دہندہ ہو یا جس کی پناہ ڈھونڈی جائے۔ یا جسے اٹھتے بیٹھتے پکارا جائے۔ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں۔ کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ کوئی شفا دینے والا نہیں۔ کوئی مقدمے سے رہائی دینے والا نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جو اولاد دینے پر قادر ہو۔ سجدہ و رکوع کے لائق ہو۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جس کے نام کی نذر و نیاز دی جائے۔ اس مفہوم کو ذہن میں رکھ کر کلمۂ اسلام پڑھا جائے تو انسان جنّت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

قارئینِ کرام! اللہ ربُّ العزت نے کلمۂ توحید کی ترتیب کتنی اعلیٰ اور خوبصورت رکھی ہے کہ پہلے لَآ اِلٰہَ کے ساتھ تمام معبُودانِ باطلہ کے اِلٰہ ہونے کی نفی فرمائی اور پھر اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ اپنے اِلٰہ ہونے کا اثبات فرمایا' اور فطرت بھی یہی کہتی ہے کہ جس برتن میں صاف اور پاکیزہ چیز ڈالنی ہو پہلے اس برتن کو خوب صاف کیا جاتا ہے۔ ورنہ اگر برتن گندہ ہو گا تو اس میں ڈالی گئی پاکیزہ شے بھی خراب ہو جائے گی۔ اور وہ انسان کے کام کی نہیں رہے گی۔ اس لیے جب انسان کے دل میں پاکیزہ توحید کا شربت ڈالنا مقصُود تھا تو پہلے دل والے برتن

سے تمام معبودانِ باطلہ کی الوہیت کو نکالنا ضروری تھا۔ تا کہ خالص توحید اس کے صاف و شفاف برتن میں آئے اور اس کے لیے باعثِ رحمت و نجات بن جائے۔ اس طرح اس کلمہ میں شرک کا رد بھی ہو گیا اور توحیدِ خالص کا اقرار بھی۔ اور یہی چیز ہمارے دین کی اساس اور بنیاد ہے کہ شرک و کفر سے نفرت و دُوری اور توحیدِ باری تعالیٰ سے محبت و الفت ہو۔

توحید

خالص اور حقیقی توحید کا فخر صرف اسلام کو حاصل ہے، دوسرے مذاہب میں خالص توحید کا تصور بھی نہیں رہا۔ اس لیے کہ بعض تو سرے سے توحید کے قائل ہی نہیں اور کچھ توحید فی الذات کے قائل ہیں تو توحید فی الصفات کے مُنکر ہیں۔ عیسائی تو کھلم کھلا تین خداؤں کے قائل ہیں۔ یہودیوں کا عقیدہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔ وہ حضرت عزیر علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں۔ ہندوؤں میں اوتاروں کا عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ سے ملتا جلتا ہے۔ مجوسی آتش پرست بن کر عقیدۂ توحید سے میلوں دور چلے گئے۔ اس کے علاوہ باقی اقوام میں سے کسی نے حجر کو مسجُود تسلیم کیا۔ کسی نے چاند تاروں کو معبُود بنایا۔ کسی نے پانی اور آگ کو اپنا سب کچھ تسلیم کر لیا۔ کسی نے بے زبان جانوروں کو اپنا معبُود مان لیا۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ صرف مذہب اسلام کی انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ شرک فی الذات اور شرک فی الصفات سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔

توحید ایک فطری امر ہے جو لوگ ہزار ہا بتوں کو پوجتے اور سجدہ کرتے ہیں، لاکھوں دیوتاؤں کو مصائب میں بلاتے ہیں ان کے دل میں بھی محبت ایک اللہ ہی کی ہے اور جب ان پر کوئی ناگہانی مُصیبت ٹوٹتی ہے تو زبان سے بے اختیار اسی کا نام نکلتا ہے۔ نہ اس وقت کوئی بُت یاد آتا ہے نہ کوئی دیوتا، نہ کوئی لجپال، نہ کوئی غریب نواز، نہ کوئی دستگیر یاد آتا ہے اور نہ کوئی داتا۔ اس وقت کسی فرشتہ اور نہ کسی اَوتار کا خیال آتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے: ؎

و فی کل شئ لہ شاھد
یدل علیٰ انہ واحد

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

کائنات کا کوئی ذرہ اور گھاس کا کوئی تنکا ایسا نہیں ہے جو اس کو نہ جانتا ہو۔ بلکہ کائنات کا ہر ذرہ اور گھاس کا ہر تنکا اس کے وحدہ لاشریک ہونے پر گواہ اور برہان ہے۔

صفاتِ باری تعالیٰ

توحید کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں اس طرح "وحدہٗ لاشریک" مانا جائے کہ اس کی صفات میں مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ اب ہم اللہ ربُّ العزت کی کچھ صفات اور ان کی مختصر سی تشریح بیان کرتے ہیں تا کہ عوام الناس واقف اور باخبر ہو جائیں اور وہ ان صفات میں کسی کو اس کا شریک نہ سمجھیں۔

حیات : ہمیشہ زندہ رہنا، یہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ اور یہ صفتِ حیات اس درجہ کامل مکمل اور اکمل ہے کہ وا ہمۂ موت سے بھی پاک ہے اور تمام کائنات کی حیات اس کی حیات کا عکس اور فیض ہے بلکہ اس کی بخشش اور عطا ہے۔

قرآن مقدس میں اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لفظ حیات استعمال فرمایا ہے۔ وہاں حیات سے مراد مُطلق حیات نہیں بلکہ وہ حیات مراد ہے جو ازلی اور ابدی ہے اور موت کے شائبہ سے بھی پاک ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے : بھروسہ کر ایسے زندہ پر جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ (سورۃ فرقان : ۵۸)

معبود کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا زندہ ہو جس پر کبھی موت نہ آئے اور جس پر

موت آجائے وہ معبود بننے کے لائق نہیں ہے۔

آیۃ الکرسی میں اور سورۃ آلِ عمران کی ابتدائی آیات میں اللہ ربُّ العزت نے اس کو وضاحت سے بیان فرمایا :

قرآن اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

ترجمہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ----- کیوں؟ ----- اس لیے کہ وہ زندہ ہے سب کو تھامنے والا۔

رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اِنتقالِ پُر ملال کے بعد افسردگی اور غم سے نڈھال ہو کر کچھ اصحابِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہا کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال نہیں ہوا صرف غشی طاری ہوئی ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر غشی طاری ہوئی تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اٹھیں گے اور منافقین کے سَر قلم کریں گے۔

اس موقع پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے مسجدِ نبویؐ میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جسے حضرت امام بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب بخاری شریف میں درج کیا ہے۔ اس خطبے میں اس طرف اشارہ تھا کہ موت کا نہ آنا معبود کی صفت ہے اور ہمارے پیارے پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چونکہ معبود نہیں ہیں اس لیے ان پر موت وارد ہونی تھی، سو وہ وارد ہوگئی ہے۔ حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے خطبے کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :

خطبہ صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ : "اے اصحابِ مُحَمَّدْ! (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم) تم میں سے جو اپنے پیغمبر حضرت محمد رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنا معبود سمجھتا ہے وہ سن لے کہ اس کے معبود تو انتقال فرما گئے ہیں اور جو تم میں سے اللہ کو اپنا معبود مانتا ہے تو اس کا معبود ایسا زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی"۔

اب جو شخص انبیاء علیہم السّلام اور اولیاءِ عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے لیے اس طرح کی حیات کا قائل ہو اور اس کا عقیدہ ہو کہ انبیاء علیہم السّلام اور اولیاءِ عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر موت نہیں آتی بلکہ وہ صرف نقل مکانی کرتے ہیں اور موت کے بعد بھی وہ اسی طرح زندہ ہیں جس طرح دنیا

میں زمین کے اوپر زندہ تھے تو یہ عقیدہ شرکیہ بھی ہوگا اور اہلِ رفض سے مشابہ بھی۔ کیونکہ اہلِ رفض کا عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ پر موت نہیں آتی بلکہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔ (غُنْیَۃُ الطالبین واصول کافی)

ہاں! قرآن میں جو کچھ حیات شہداء کے بارے میں فرمایا گیا ہے اور احادیث میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی حیات کا ذکر ہے اس سے حیات برزخیہ مراد ہے جو دنیا کی حیات سے اعلیٰ، افضل، اولیٰ اور اکمل حیات ہے۔ یہی تمام علماءِ اہلسُنّت کا نظریہ ہے۔

علم: ابتداء آفرینش سے لے کر ابد الآباد تک ہر چیز کا علم کُلّی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

کوئی ذرہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں، بر میں ہو یا بحر میں۔ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ شمال میں ہو یا جنوب میں۔ فضا میں ہو یا ہوا میں۔ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ تمام مخلوقات کی حرکات و سکنات اور جمادات و نباتات کی خبر، درختوں کے پتوں اور ریت کے ذروں کا تفصیلی علم، دلوں کے وسوسے اور پوشیدہ باتیں جاننا، قیامت کے وقت کا علم، بارش کا کُلّی علم، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، اس کا مکمل علم۔ الحاصل تمام اشیاء گزشتہ و موجودہ اور آئندہ کا تفصیلی، مکمل محیط علم صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

قرآن گواہی دیتا ہے:

قرآن اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

ترجمہ ہر چیز کو جاننے والا اللہ ہی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

قرآن وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○

ترجمہ "اور اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں۔ اللہ کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا اور اللہ

جانتا ہے کہ جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ دریا میں ہے اور نہیں گرتا کوئی پتا، مگر اللہ اس کو جانتا ہے اور نہیں گرتا کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ اللہ کے علم میں ہے۔ (سورۃ انعام ۶ : ۵۹)

ایک اور مقام پر فرمانِ باری ہے :

قرآن عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

ترجمہ (بلا شبہ آسمان اور زمین کی کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں ہے اور آپ کا کوئی حال اور کوئی تلاوت اور کوئی عمل ایسا نہیں جس پر ہم حاضر اور مطلع نہ ہوتے ہوں)۔۔۔۔۔اور آپ کے رب سے اک ذرہ بھی غائب نہیں ہوتا اور چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کوئی شئے ایسی نہیں جو ہمارے پاس لوحِ محفوظ میں درج نہ ہو۔ (سبا : ۳)

اللہ ربُ العزت کی اس صفت علم میں کوئی نبی اور ولی شریک نہیں ہے۔ جو شخص انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے لیے عِلمِ غیب کا قائل ہے اور اس کا نظریہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی دنیا کی کوئی شئے پوشیدہ نہیں ہے اور وہ ہمارے حالات سے باخبر ہیں، تو یہ عقیدہ شرکیہ ہو گا۔ قرآن متعدد مقامات پر اس کی نفی کرتا ہے۔

قرآن مجید کے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ فرمائیے :

سورۃ نمل : آیت ۶۵ میں واضح طور پر غیر اللہ سے عِلمِ غیب کی نفی فرمادی :

قرآن قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○

ترجمہ میرے پیغمبر! فرمادیجیے کہ آسمانوں میں رہنے والے اور زمین میں بسنے والے غیب کو نہیں جانتے سوائے اللہ کے اور ان کو تو اتنا بھی معلوم نہیں کہ وہ قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے۔

اللہ ربُ العزت نے امام الانبیاء، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، سیدنا محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ اقدس سے اعلان کروایا :

قرآن قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ

ترجمہ میرے پیغمبر! آپ اعلان کریں کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور میں غیب بھی نہیں جانتا، اور میں تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ (سورت انعام : آیت ۵۰)

اگر علمِ غیب کی صفت ---- امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی حاصل نہیں تو پھر کائنات میں اور کون ہوسکتا ہے جسے یہ مرتبہ حاصل ہو؟۔ مزید قرآن مجید کے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ فرمائیے :

1. سورۃ اعراف : ۱۸۸
2. سورۃ احقاف : ۹
3. سورۃ تحریم : ۱
4. سورۃ توبہ : ۱۰۱و۱۰۷

قدرت : اللہ تعالیٰ ہر شئے کے کرنے پر قدرت رکھتا ہے اس صفتِ قدرت کی وجہ سے جس چیز کو چاہے وہ موجود یا معدوم کرسکتا ہے۔ کسی چیز سے وہ عاجز اور بے بس نہیں ہے۔ جس طرح قرآن میں ارشادِ باری ہے :

قرآن اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے :

قرآن لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ اللہ ہی کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ عطا

کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں اور جس کو چاہتا ہے بیٹے بخش دیتا ہے یا عطا کرتا ہے جوڑے، بیٹے اور بیٹیاں اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد بنا دیتا ہے۔ وہ ہے سب کچھ جاننے والا اور قدرت والا۔ (سورۃ شوریٰ : ۴۹ و ۵۰)

ایک اور مقام پر اللہ ربُّ العزت فرماتے ہیں :

قرآن قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ میرے پیارے پیغمبر! اس طرح دعاء مانگا کیجیے : اے اللہ! مالک سلطنت کے تُو جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے ------ جس کو چاہتا ہے تُو عزت دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ تمام کی تمام بھلائیاں اور خوبیاں تیرے ہاتھ میں ہیں ------ بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورت آلِ عمران : ۲۶)

امام الانبیاء صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہر نماز کے بعد دعاء مانگتے تھے۔

○ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ○

ترجمہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ----- (کیونکہ) بادشاہی بھی صرف اسی کے لیے اور حمد و ثناء بھی ---- اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ----- اے میرے اللہ! جس کو تُو دینا چاہے اس کو روکنے والا کوئی نہیں ------ اور جس سے تُو روک لے اس کو عطا کرنے والا کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو مشرکین مصائب و مشکلات میں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں وہ کسی شے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

امام الانبیاء صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زبانِ مقدس سے اعلان کروایا :

قرآن لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

ترجمہ میں تو اپنی جان کے لیے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ مگر جو اللہ چاہے۔

(سورت اعراف : ۱۸۸)

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

قرآن وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ

ترجمہ جن کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

(سورت فاطر : ۱۳)

سورت سبا کی آیت ۲۲ میں فرمایا : ----- جن کو تم پکارتے ہو وہ ایک ذرے کے بھی مالک نہیں۔

سمع و بصر : یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور ہر آواز کو سنتا ہے۔ قرآن پاک میں اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کا تذکرہ فرمایا ہے کہ ہر شئے کو دیکھنے والا اور ہر آواز کو سننے والا میں ہی ہوں۔ کوئی انسان کسی وقت بھی پکارے اور کہیں سے پکارے۔ دن کے اجالے میں یا رات کے اندھیرے میں۔ کھلی فضا میں یا تہ خانوں میں بلائے۔ پست آواز سے صدا دے یا بلند آواز سے ندا کرے، یا کوئی وسوسہ اس کے دل میں کھٹکے، یا دل و دماغ میں کوئی فکر پیدا ہو۔ آسمان کی بلندیوں میں کوئی ہو، یا زمین کی پستیوں میں۔ حشرات الارض اپنے سوراخوں میں ہوں یا درندے جنگلوں میں۔ کوئی کیڑا تین پتھروں کے اندر ہو یا پرندہ فضا میں۔ غرضیکہ کائنات کی ہر چیز کو ہر وقت دیکھنا اور پکارنے والے کی پکار سن کر جواب دینا یہ صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے جو دعا مانگی، اس میں کہا :

قرآن اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ترجمہ بے شک تو ہی ہے (دعاؤں کا) سننے والا، اور تو ہی ہے (حالات کا) جاننے والا۔

(سورت بقرہ : ۱۲۷)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی تو شکر بجالاتے ہوئے کہا :

قرآن اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ

ترجمہ بے شک میرا پالنے والا سنتا ہے دعا کو۔ (سورت ابراہیم : ۳۹)

سیدنا زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں بیٹے کے لیے دعا مانگتے ہوئے کہا :

قرآن رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ

ترجمہ میرے پروردگار! مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بے شک تو سننے والا ہے دعا کا۔ (سورت آلِ عمران : ۳۸)

اسی طرح حضرت مریم علیہ السلام کی ماں نے بھی دعا مانگتے ہوئے کہا :

قرآن اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

ترجمہ بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ (سورت آلِ عمران : ۳۵)

سیدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :

قرآن یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِیۡ صَخۡرَةٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ

ترجمہ اے میرے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر کسی پتھر میں چھپی ہوئی ہو، یا آسمانوں کی بلندیوں میں ہو، یا زمین کی پستیوں میں (وہ اللہ سے مخفی نہیں) اللہ اسے وقت پر لا حاضر کرے گا۔ بے شک اللہ باریک بین (چھپی ہوئی چیزوں کو جاننے والا) خبردار ہے۔ (سورت لقمان ۳۱ : ۱۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکمِ الٰہی سے پتھر پر اپنا عصا مارا وہ دو ٹکڑے ہو گیا دیکھا تو پتھر کے اندر ایک کیڑا زندہ موجود ہے جس کے مُنہ میں سبز رنگ کا پتہ ہے اور وہ کیڑا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہا ہے۔

"سُبۡحَانَ مَنۡ یَرَانِیۡ وَیَعۡرِفُ مَقَامِیۡ وَیَسۡمَعُ كَلَامِیۡ وَیَرۡزُقُنِیۡ وَلَا یَنۡسَانِیۡ"۔

پاک ہے وہ ذات جو پتھر کے اندر بھی مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے ٹھکانے کو جانتا ہے اور میری پکار کو سنتا ہے اور مجھے یہاں روزی پہنچاتا ہے اور مجھے کسی مرحلہ پر بھولا نہیں ہے۔

علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ : "اندھیری رات میں آسمان پر بادل ہوں اور وہ گرج رہے ہوں اور کسی جنگل میں سیاہ پتھر پر سیاہ رنگ کی چیونٹی چل رہی ہو اللہ اس کے پاؤں کی آہٹ اس طرح سنتا ہے جس طرح ہم ایک دوسرے کی آواز کو سُن رہے ہوتے ہیں"۔

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں کسی نبی، ولی، جن یا فرشتہ کو اللہ کے ساتھ شریک اور ساجھی بنائے اور یہ اعتقاد رکھے کہ فلاں بزرگ بھی میری پکار کو غائبانہ سن رہا ہے اور میری حالت کو دیکھ رہا ہے اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی حاضر و ناظر ہیں اور ہر جگہ موجود ہیں تو یہ عقیدہ شرکیہ ہوگا۔

یہ عقیدہ اہلِ رفض کا ہے کہ ان کے بارہ امام ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں اور ان سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں ہے اور ادھر ہمارے جاہل عوام اور عباد البطن مولوی اور پیر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر پیغمبر اور ہر ولی ہماری پکار کو غائبانہ سنتا ہے اور ان سے ہماری کوئی حالت پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ واضح شرک ہے۔

اور یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو یہ لوگ حاجات، مشکلات میں پکارتے ہیں وہ نہ تو غائبانہ ان کی اواز سُن سکتے ہیں اور نہ انھیں دیکھ سکتے ہیں۔

سورت فاطر آیت ۱۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

قرآن اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ

ترجمہ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمھاری پکار کو نہیں سن سکتے۔

کب تک نہیں سنیں گے؟۔۔۔ سُورت احقاف آیت ۵ میں فرمایا :

قرآن وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ يَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَنۡ لَّا يَسۡتَجِيۡبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ وَهُمۡ عَنۡ دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ

ترجمہ "اس شخص سے بڑا گمراہ کوئی نہیں جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعاء کو قبول نہیں کر سکتے۔ اور وہ ان پکارنے والوں کی پکار سے بے خبر ہیں"۔ (احقاف ۴۶ : ۵)

جب زندہ شخص بھی بغیر وسائل و آلات کے غائبانہ کسی کی صدا اور آواز کو نہیں سُن سکتا تو پھر مردوں کے مُتعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہماری پکار کو سنتے ہیں۔ عقل و نقل کے منافی ہے۔ ـــــ عقلاً اس لیے کہ جب زندہ سویا ہوا آواز کو نہیں سنتا تو مرنے والا کس طرح سُن سکتا ہے؟۔ ـــــ اور نقلاً اس لیے کہ قرآن و حدیث، اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم، اور علماءِ احناف کے اقوال عدم سماعِ موتی پر دلالت کرتے ہیں ـــــ قرآن کہتا ہے :

قرآن فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (سورۃ رُوم ۳۰ : ۵۲)

ترجمہ پس میرے پیغمبر! آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔

قرآن وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (سورۃ فاطر ۳۵ : ۲۲)

ترجمہ میرے پیغمبر! آپ قبر میں پڑے ہوؤں کو نہیں سنا سکتے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قلیبِ بدر کے موقع میں جب سماع کی علم سے تاویل کر کے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کو بطور دلیل پیش فرمایا۔ تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماعِ سکوتی فرمایا ـــــ فقہ حنفی کی مُعتبر کتب بھی عدم سماعِ موتی پر واضح برہان ہیں۔ (اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے ہماری کتاب "سماعِ موتی کیا ہے؟" کا مطالعہ فرمائیں)

ان صفات کے علاوہ اللہ رَبُّ العزت کی بے شمار اور اَن گنت صفات ہیں جن کا تفصیلی احاطہ اور بیان ممکن ہی نہیں ہے۔ اختصار کے ساتھ ہم چند ایک صفات کا مزید ذکر کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے "ازلیت اور ابدیت" کہ وہ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہاء۔ وہی سب سے اول ہے اس سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا اور وہی سب سے آخر ہے اور اس کے پیچھے کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ باقی ہے اس پر فنا نہیں۔ اور اس کے علاوہ سب فانی ہیں۔

وہ صمد ہے یعنی ایسا بے نیاز کہ اسے کسی چیز کی محتاجی نہیں ہے اور کائنات کی ہر چیز اپنے وجود اور بقا میں اس کی مُحتاج ہے۔ وہ خالق ہے، رازق ہے، زندہ کرنے والا ہے، مارنے والا ہے، مدبر ہے، یعنی کائنات کا کارخانہ اس کی تدبیر سے چل رہا ہے۔ وہ مُختارِ کُل ہے، نفع و نقصان کا مالک ہے، بیماری و شفا دینے والا، اولاد عطا کرنے والا ہے، اسی کی ذات ہے جس سے امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ اور جس سے غائبانہ خوف رکھا جا سکتا ہے۔

مالک الملک ہے، عزت و ذلت اس کے اختیار میں ہے۔ بادشاہی فقط اسے ہی زیبا ہے۔ صرف دنیا کا ہی نہیں قیامت کے دِن کا بھی مالک ہے۔ مُعطی ہے، وہ دینا چاہے تو روکنے والا کوئی نہیں ہے اور نہ دینا چاہے تو کوئی دینے والا نہیں ہے۔

قارئین کرام! جس طرح اللہ رب العزت کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام صفاتِ کمال کے ساتھ موصوف ہو اور انسان کے لیے لازمی ہو کہ وہ ان صفات کا اللہ تعالیٰ کے لیے اقرار کرے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اسے تمام نقائص اور عیوب سے پاک سمجھا جائے۔ وہ کبھی عاجز نہیں ہوتا۔ وہ کسی کا مُحتاج نہیں ہے اور کسی کے بغیر اس کا کوئی کام رکتا بھی نہیں ہے وہ چونکہ وحدہ لاشریک ہے اس لیے اس کے لیے نہ بیٹا ہو سکتا ہے اور نہ بیٹی۔ کیونکہ اولاد ماں باپ کی ہم جنس ہوا کرتی ہے پس معاذاللہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں بیٹا ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہم جنس ہوتا اور یہ توحید کے سراسر خلاف تھا۔

شرک

ہم نے کلمہ طیبہ کے اثباتی حصّے "الا اللہ" یعنی توحید کے مُتعلق وضاحت سے لکھا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان بھی آپ نے پڑھ لیا ہے۔ اب ہم کلمہ طیبہ کے منفی حصّے "لا الٰہ" کے مُتعلق کچھ عرض کریں گے۔

سب سے پہلے شرک کی تعریف دیکھیے۔ شرک لغت میں "آمیزش ملاوٹ یا دو آدمیوں کا ایک شئے میں حصّے دار ہونا" کو کہتے ہیں۔ اور شریعت میں اللہ کی ذات و صفات میں کسی مخلوق کو شریک، حصّے دار اور ساجھی سمجھنا شرک کہلاتا ہے۔ کوئی مخلوق خواہ وہ انبیاء

ہوں یا اولیا۔ بزرگ ہوں یا فقیر۔ فرشتے ہوں یا جنات چمکتا ہوا آفتاب ہو یا دمکتا ہوا چاند۔ ٹمٹماتا ہوا ستارہ ہو یا زمین کے عظیم مظاہر قدرت------ موجیں مارتا ہوا سمندر ہو یا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا۔ خوفناک سر بفلک پہاڑ ہوں یا ہیبت ناک لق و دق میدان یا بڑے بڑے سایہ دار درخت۔ شعلے اگلتی آگ ہو یا دودھ دینے والی گائے۔ یا کوئی دوسری باعظمت مخلوق ان میں سے کسی کو صفاتِ الٰہیۃ میں سے کسی صفت کے اندر شریک اور ساجھی سمجھنا شرک ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔ کسی کو اس عقیدے سے غائبانہ پکارنا کہ وہ میری پکار کو سن رہا ہے شرک ہے۔ اللہ کے سوا کسی کے نام کی نذر و نیاز دینا شرک ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم کھانا مثلاً کہنا ”اللہ رسُول کی قسم“ یہ شرک ہے۔ کسی کو رخصت کرتے ہوئے کہنا ”اللہ رسُولؐ کے حوالے“ یا ”اللہ پنجتن پاک کے حوالے“ یہ شرک ہے۔ یا کہنا ”اللہ نبیؐ وارث“ یہ جملہ شرکیہ ہے۔ یا یہ کہنا ”اللہ اور اس کا رسُولؐ تیرا حافظ ہو“ یا ”جو اللہ اور اس کا رسُولؐ چاہے گا“ یا ”اللہ اور اس کا نبیؐ کرم کرے گا“۔ یہ سب شرکیہ جملے ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے ایک موقع پر رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خطاب کرتے ہوئے یہ جملہ کہہ دیا: مَاشَآءَ اللّٰہُ وَمَا شِئْتَ---- ”جو اللہ چاہے اور جو آپؐ چاہیں“۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ جملہ سنا تو فرمایا: اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا----- (یہ جملہ کہہ کر) تُو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا---- اس طرح نہ کہا کرو۔ بلکہ کہا کرو: مَاشَآءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ---- ہوگا وہی جو اللہ اکیلا چاہے گا۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۱۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس جملہ ”جو اللہ چاہے اور جو آپؐ چاہیں“۔ کو شرکیہ جملہ قرار دیا ہے اور ایسے جملے بولنے سے منع فرمایا۔

شرک کسے کہتے ہیں؟ اس کے لیے حضرت شاہ عبدالقادر مُحدّث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ اِن شاءَ اللہ بات کافی حد تک نکھر جائے گی۔ یاد رہے کہ شاہ عبدالقادر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی اُس دَور کے عالم ہیں جب دیوبند اور بریلی کے مدرسے نہیں بنے

تھے، اور دیوبندی بریلوی ان کا یکساں اِحترام کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ **شرک یہ کہ** “اللہ تعالیٰ کی صفت کسی اور میں جانے۔ مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے، یا وہ جو چاہے کرسکتا ہے، یا ہمارا بھلا یا بُرا کرنا اس کے اِختیار میں ہے، اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے۔ مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے مُختار جان کر“۔ (موضح القرآن)

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ مخلوقات میں سے کسی کو غائبانہ دانا و بینا جان کر پکارنا شرک ہے، اور یہی منحوس مرض اور فاسد عقیدہ تھا جس کی وجہ سے یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ مکہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضبِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔ امتِ مُسلمہ کو چاہیے کہ وہ شرک کی غلاظتوں سے اپنے دامن کو بچائے۔

مفتیِ اعظم ہند مولانا مفتی محمد کفایت اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرک کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا : ”یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبرؑ یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں۔ ----- سب شرک ہے۔ (تعلیم الاسلام صفحہ ۱۵۵ مکتبہ قاسمیہ لاہور)

مذمت شرک از قرآن : اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں سب سے زیادہ زور توحید کے اثبات اور شرک کی تردید پر صرف کیا ہے۔ اس لیے کہ یہی ایمان و اسلام کا وہ محور ہے۔ جس کے ارد گرد تمام دین گردش کرتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کی مرکزی اور اولین دعوت بھی یہی رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ توحیدِ باری تعالیٰ کو دل و جان سے تسلیم کرلو اور شرک کے منحوس مرض سے بچ جاؤ۔

قرآن مجید اور احادیث نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صرف یہ نہیں بتلایا کہ اللہ کو معبود مانو، بلکہ انھوں نے طرح طرح سے دلائل و براہین کے ساتھ یہ بھی سمجھایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ گے تو ایمان و اسلام کی نعمت سے محروم ہو جاؤ گے۔ جس طرح توحید ایمان کا جوہر، اِسلام کی رُوح، اعمال و اخلاق کی جان، اور عبادت کا مغز ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی عمل اللہ کے دربار میں مقبول نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ رَبُّ العزت اور اس کے محبوب رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اور عنوان بدل بدل کر سمجھایا ہے کہ شرک ایمان کا قاتل۔ نیکیوں کی بربادی کے لیے چنگاری اور ابدالآباد جہنم میں داخلے کا باعث ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور شرک سے نیچے جتنے گناہ ہیں جس کو چاہے گا معاف کردے گا۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی کو شریک بنایا اس نے بہت بڑا جھوٹ گھڑا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی"۔ (سورۃ النساء : ۴۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ ہر بڑے سے بڑا گناہ معاف ہوسکتا ہے مگر شرک ناقابل معافی گناہ ہے یہ کسی صورت میں معاف نہیں ہوسکتا۔ تاوقتیکہ یہ انسان شرک سے توبہ کرلے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کے ساتھ۔ پس اللہ نے اس شخص پر جنت حرام قرار دی ہے، اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اس آیت میں بھی نہایت وضاحت اور تاکید سے یہ اعلان فرمایا کہ شرک کا اِرتکاب کرنے والا انسان جنت میں نہیں جاسکتا، اس کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ٹھکانہ ہے۔

ایک اور جگہ پر حضرت لقمان علیہ السّلام کی نصیحت اپنے بیٹے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی: "اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔ بے شک شرک

بڑی بے انصافی ہے۔ (سورۃ لقمان : ۱۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم اور بے انصافی فرمایا ہے اور ظلم کی تعریف بھی یہی ہے "چیز کا اپنی جگہ نہ رکھنا غیر مناسب جگہ رکھ دینا"۔

تو جس شخص نے اللہ کی صفات اور حق مخلوق کو دے دیا تو اس نے اس طرح ظلم کیا جس طرح بادشاہ کا تاج ایک غلام کے سر پر رکھ دیا جائے۔

شرک اور والدین کا حکم : شریعتِ اسلامیہ نے مُسلمانوں کو والدین کے حقوق کی بہت زیادہ تاکید کی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے بعد والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کی فرمانبرداری ضروری قرار دی اور ان کی ناراضگی پر دوزخ کی وعید سنائی۔ ان کی رضا مندی پر جنّت کی خوشخبری دی اور انھیں اُف تک کہنے سے منع کیا۔ لیکن والدین کے اتنے حقوق و فرائض اور فرمانبرداری کی تاکید کے باوجود فرمایا :

"اگر والدین تجھ پر شدت کریں اور زور لگائیں کہ تو شرک کے افعال بجالا تو اس معاملہ میں ان کا حکم نہ ماننا"۔ (سورۃ لقمان : ۱۵)

شرک اور انبیاء علیہم السلام کے اعمال : امتِ مُسلمہ کا مُتفقہ عقیدہ ہے کہ انسانوں میں صرف انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ "مَعْصُوْم عَنِ الْخَطَاءِ وَ الْعِصْيَان" ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی گناہ اور کسی قسم کی نافرمانی سرزد نہیں ہوتی۔ (انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے سوا انسانوں میں کوئی بھی "معصوم عن الخطاء" نہیں ہے) انبیاء علیہم السّلام ماں کی گود سے لے کر لحد تک، بلکہ جنّت میں داخلے تک ہر قسم کے گناہوں، نافرمانیوں سے مبرا اور معصوم ہوتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود شرک کی نحوست اور غلاظت اور اس کی حقیقت سمجھانے کے لیے اللہ ربُ العزت نے سورۃ انعام آیۃ : ۸۳ میں اٹھارہ انبیاء علیہم السّلام کے اسماءِ گرامی ذکر فرمائے ہیں۔ اور ان کے بعد اجمالاً دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا ذکر فرمایا کہ جو شمار نہیں کیے ان میں سے کچھ ان اٹھارہ کے آباؤ اجداد تھے۔ کچھ ان کی اولاد میں سے تھے اور کچھ ان کے بھائیوں میں سے تھے۔ کچھ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا تفصیلاً اور کچھ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا اجمالاً ذکر

کر کے فرمایا: اگر یہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے۔

شرک اور رحمت کائنات ﷺ کو خطاب : پھر قرآنِ مقدس میں ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری اور محبوب ترین پیغمبر امام الانبیاء، سید الکائنات، فخر الکونین و الثقلین، خاتم النّبیّین، ساقیٔ حوضِ کوثر، شافعِ روزِ محشر، تاجدارِ مقامِ محمود حضرت محمّد رسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔ (زمر: ٦٥)

قارئینِ کرام! جب انبیاءِ کرام علیہم السّلام ہر گناہ سے معصوم ہوتے ہیں تو پھر تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو اور خصوصًا رحمتِ عالَم سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خطاب کر کے یہ فرمانا کہ اگر تم نے بھی شرک کیا تو تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو خطاب کر کے امّت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ شرک اِتنا قبیح اور غلیظ ترین گناہ ہے کہ اس کا صدور اگر انبیاء علیہم السّلام سے بھی ہوتا تو ہم ان کے اعمال بھی ضائع کر دیتے۔ پھر تم کس حیثیت و درجے کے مالک ہو؟ اس لیے اپنے اعمال و افعال کو اور اپنی عبادات و طاعات کو شرک کی غلاظت سے پاک صاف رکھو۔

مشرک کا نمازِ جنازہ : ایک مُسلمان جو بشری تقاضوں کے تحت گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے وہ بڑے سے بڑے گناہ کا مرتکب ہو تب بھی شریعت ایسے شخص کا جنازہ پڑھنے سے نہیں روکتی اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے منع نہیں کرتی۔ لیکن شرک اتنا منحوس اور غلیظ ترین گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبُوب رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امّت کو واضح الفاظ میں مشرک کے لیے دعاءِ مغفرت سے روک دیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: "کسی نبی اور کسی مؤمن کے لائق نہیں ہے کہ وہ کسی مشرک کے لیے مغفرت مانگیں اگرچہ وہ مشرک ان کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ

ہو"۔ (سورت توبہ : ۱۱۳)

شرک نیک اعمال کے لیے زہر قاتل : شرک کی منحوس بیماری اور چنگاری نیکیوں کے اَن گنت ذخیرہ کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ اور مشرک کے کسی عمل اور اس کی کسی نیکی کو قبولیت کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا قرآن مجید اس پر شاہد اور گواہ ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اخلاص کے ساتھ مسجد تعمیر کرنے کا کتنا ثواب ہے رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا : "جس شخص نے اللہ کا گھر بنایا تو اللہ اس کے لیے جنّت میں ایک گھر بنائے گا"۔ (بخاری و مسلم) اور یہ بشارت اس شخص کے لیے نہیں جو وسیع و عریض عالیشان اور خوبصورت مسجد بناتا ہے بلکہ یہ بشارت صرف اس شخص کے لیے بھی ہے جس نے پرندے کے گھونسلے کے برابر مسجد بنائی ہے۔ (ابوداؤد)

لیکن مشرکینِ مکہ نے تو وہ مسجد تعمیر کی تھی جسے "اوّل بیت" ہونے کا شرف حاصل ہے، جسے بیت اللّٰہ، مسجد حرام اور خانۂ کعبہ کہا جاتا ہے۔ اور مسجد اتنے اخلاص سے بنائی کہ اعلان کیا کہ کوئی شخص رنڈیوں کی کمائی، سود کی رقم اور دیگر حرام طریقوں سے کمائی ہوئی دولت چندے میں نہ دے۔ (عمدۃ القاری)

مقامِ غور ہے کہ آج کوئی عالم یا پیر چندہ وصول کرتے ہوئے اس طرح کی تحقیق اور اعلان نہیں کرتا) مگر کیا ان کا یہ عمل اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوا؟ کیا ان کو تعمیر بیت اللّٰہ کا اجر و ثواب ملے گا؟ کیا ان کے لیے بھی اس کے بدلے جنّت میں گھر بنے گا؟ کیا ان کے اس عمل سے اللّٰہ راضی ہوگا؟۔ ہر گز نہیں بلکہ اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو برباد اور ضائع کر دیا اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ وہ شرک کے مرتکب تھے اور مشرک کا کوئی عمل بھی شرفِ قبولیت نہیں پاتا۔ قبولیت اور اجر و ثواب کا عطا ہونا تو دور کی بات ہے ان کے متعلق فرمایا : "مشرک نجس اور پلید ہیں۔ ان کو مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے دو"۔ (توبہ : ۲۸)

مشرکین عرب باہر سے آنے والے حاجیوں کو ستو پلاتے ہیں مگر اجر سے محروم ہیں۔ وہ تقریباً ہر سال حج کرتے ہیں مگر ثواب و جزا سے محروم رہتے ہیں۔ وہ قربانی دیتے ہیں

عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۶۸)

حجرِ اسود کو بوسے دیتے ہیں، غلام آزاد کرتے ہیں، صدقہ و خیرات کرتے ہیں، آبِ زم زم سے سیراب ہوتے ہیں، صفا، مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں، مقامِ ابراہیمؑ کا احترام کرتے ہیں۔ مگر ان کے یہ تمام اعمال و عبادات صرف اس لیے غارت اور برباد ہوگئے کہ وہ شرک کے مرتکب تھے اور شرک تمام اعمال کو ضائع کردیتا ہے۔

مذمت شرک از احادیث : آپ نے قرآن مجید کے آئینے میں شرک کی مذمت اور اس کی غلاظت و نحوست ملاحظہ فرمالی ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ سرورِ کائنات، رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کس طرح عنوان بدل بدل کر اُمّت کو شرک سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور شرک کی برائی اور مذمت کس انداز میں بیان فرمائی ہے۔

○ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک صغیرہ گناہ اور ایک کبیرہ گناہ۔ پھر کبیرہ گناہوں میں بھی فرق ہے کوئی بہت قبیح اور کوئی کم قبیح ہے ان میں زنا ہے، چوری و ڈاکہ ہے، قتل و غارت گری ہے، شراب نوشی و جوا ہے، سود اور دیگر حرام طریقوں سے مال کمانا ہے، ترکِ صلوٰۃ و زکوٰۃ ہے، باوجود طاقت کے حج نہ کرنا ہے، یتیم کا مال کھانا ہے، جھوٹ بولنا اور بہتان باندھنا ہے، والدین کی نافرمانی اور حقوق العباد کو تلف کرنا ہے۔ مگر ان تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھا اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ "تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تم کو پیدا فرمایا ہے"۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۷۰۱)

○ انسان کی سب سے بڑی خواہش اور تمنا یہ ہے کہ عذابِ الٰہی سے بچ جاؤں، عذابِ جہنم سے نجات پا جاؤں، اور جنّت کا مستحق ٹھہروں۔ اس کے لیے انسان عملی جدّوجہد کرتا ہے۔ اعمال و اخلاق بہتر بناتا ہے لیکن جنّت کے داخلے کا اوّلین سبب امامُ الانبیاء سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیا بیان فرمایا ہے۔

مشہور صحابیٔ رسولؐ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق بندوں پر عائد ہوتے ہیں اور کچھ حقوق بندوں کے اللہ ربّ العزت نے اپنے ذمے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ خالص اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ کے ذمہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ اللہ اس شخص کو عذاب نہ دے"۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۲۸۲)

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیں جس کے کرنے سے میں بہشت میں داخل ہو جاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی کی اس درخواست کے جواب میں فرمایا: "تم اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو"۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۱۸۷)

○ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے اور وہ اسی حالت میں مرجائے تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہو تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا"۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۱۶۵)

○ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو تین تحفے عطا فرمائے تھے ان میں ایک تحفہ یہ تھا کہ "اے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص آپ کی اُمت میں سے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا میں اس کی مغفرت کردوں گا"۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور مجھے یہ خوش خبری سنائی کہ جو شخص میری امت میں سے اس حالت میں مرجائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا"۔ (مسند ابوعوانہ جلد۱ صفحہ ۴)

○ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی شہرۂ آفاق کتاب (البدایہ والنہایہ جلد۱ صفحہ ۳۱۴) میں

لکھتے ہیں کہ "جنّت میں بغیر حساب کتاب کے وہی لوگ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے"۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جنّت میں داخلہ اور دوزخ کے عذاب سے نجات صرف اس شخص کے لیے ہوگی جو خالص اللہ کی عبادت کرتا ہو اور اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ بنایا ہو۔

شرک اور شفاعتِ پیغمبر ﷺ: ہر مُسلمان چاہے وہ کتنا ہی گناہ گار اور نافرمان کیوں نہ ہو اس کی خواہش اور تمنا ہے میدان محشر میں اسے اپنے مُشفق و مہربان پیغمبر کی شفاعت نصیب ہو جائے۔ تا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنّت کی ابدی نعمتوں کا مستحق بن جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت گناہ گار ہی کو نصیب ہوگی اور بڑے سے بڑا گناہ گار شفاعت کا مستحق ہوگا۔ مگر شرک اتنا منحوس اور گھناؤنا جرم ہے بلکہ بغاوت ہے کہ مشرک کو شفاعتِ پیغمبر نصیب نہیں ہوگی۔ اس سلسلہ میں دو ارشاداتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "ہر پیغمبرؑ کی ایک دعاء ضرور قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر نبیؑ نے اپنی مُستجاب دعاء مانگنے میں جلدی کی ہے۔ مگر میں نے اپنی مُستجاب و مقبول دعاء اُمّت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کے لیے محفوظ کر لی ہے۔ اور وہ دعاء اللہ نے چاہا تو میری اُمّت کے ہر اس شخص کو پہنچے گی جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک اور ساجھی نہیں بنایا"۔ (مُسلم جلد ا صفحہ ۱۳)

اسی طرح ایک اور ارشادِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مشہور صحابی حضرت مالک بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے میری طرف ایک فرشتہ بھیجا اور کہا کہ آپؐ دو باتوں میں سے کوئی ایک بات پسند کر لیں کہ آپؐ کی آدھی اُمّت (بلا حساب) جنّت میں داخل کر دی جائے۔ یا آپؐ قیامت کے دن شفاعت کو پسند کر لیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میں نے شفاعت کو پسند کر لیا اور یہ شفاعت

صرف اس شخص کو نصیب ہوگی جس نے اس حالت میں وفات پائی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶۷)

○ قیامت کے دن جب انبیاءِ کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداءِ عظام، اور صلحاء اذنِ ربی کے تحت شفاعت کر چکیں گے، تو اللہ ربّ العزت ملائکہ کو حکم دے گا کہ تم دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال لاؤ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا تھا (مُسلم جلد ا صفحہ ۱۰۱)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ شفاعت کر چکے اور ان کی شفاعت مقبول و منظور ہوئی اور مُسلمانوں کو عذابِ جہنم سے نجات ملی۔ تو اب میری باری ہے میں ارحم الراحمین ہوں۔ میری جنت میں ہر اس شخص کو داخل کردو جس نے میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہرایا۔ (ابوعوانہ صفحہ ۱۷۷)

○ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی جن میں سے ایک یہ تھی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اگرچہ قتل کردیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔ (مِشکوٰۃ صفحہ ۱۸)

ان تمام آیات اور احادیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ شرک کرنا اللہ کے حق میں اس قدر حق تلفی، زیادتی، ناانصافی اور ظلم ہے بلکہ بغاوت ہے کہ شرک کا مُرتکب بخشش و مغفرت سے محروم، دوزخ کا سزاوار، جنت کی خوشبو سے بھی کوسوں دُور۔ رحمتِ الٰہی کا نااہل، جامِ کوثر سے محروم، انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کی شفاعت کا مستحق نہیں۔ اس کے کیے ہوئے نیک اعمال ضائع و برباد اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ گرد و پیش کا جائزہ لے۔ اپنے عقائد و نظریات کو پرکھے۔ اعمال و افعال کو قرآن و سنت کے آئینے میں جانچے۔ سوچے اور فکر کرے۔ غور و تدبر سے کام لے اور شرکیہ افعال و اعمال سے اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)

یہ کلمۂ اسلام کا دوسرا جز ہے۔ اور اس کا ترجمہ اور مطلب واضح ہے کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے رسُول ہیں۔ یعنی اللہ کی الوہیت اور توحید کے اِقرار کے بعد اس شخصیت کو ماننا ضروری ہے جو اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک لائی ہے۔ اس رسُولِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لانے اور ماننے کا مفہوم کیا ہے، اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مقام و مرتبہ، عظمت و شان اور فضیلت کیا ہے۔ اور ایمان بالرسالت کے تقاضے کیا ہیں؟۔ اس کے ذکر سے پہلے ضروری ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ رسالت و نبوّت کی ضرورت کیوں ہے؟ اور رسالت و نبوت کے خصائص کیا ہیں؟

ضرورتِ رسالت : ہر صاحبِ ہوش انسان جانتا ہے کہ ایک انسان کے لیے اطاعتِ الٰہی اور اس کی رضا و خوشی ضروری اور لازمی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان اپنے علم اور عقل سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی ہرگز معلوم نہیں کرسکتا۔ بلکہ ایک انسان دوسرے انسان کی رضا، غیر رضا بھی بغیر بتلائے معلوم نہیں کرسکتا، جب کہ وہ ایک دوسرے کو نظر آتے ہیں۔ پھر جو بات اللہ کے دل میں ہے وہ کوئی کیسے معلوم کرسکتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ خود نہ بتلائے۔ اور یہ بھی ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم و اعلیٰ ذات ہر شخص کو اپنی رضا و غیر رضا سے مطلع نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے مقرب بندوں کے ذریعے اپنی رضا و غیر رضا کی اطلاع دیتا ہے۔ اب جن ہستیوں کو منصبِ قُرب عطا فرما کر ان کے ذریعے اپنی رضا و غیر رضا کی خبر دے تو شریعت کی اصطلاح میں ان ہستیوں کو ”پیغمبر“ اور ”رسُول“ کہا جاتا ہے اور ان ہستیوں کی اطلاع و خبر کے ذریعے اللہ کی رضا و غیر رضا معلوم ہوسکتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی بعثت کی مخلوق کو اہم ضرورت ہے۔

علاوہ ازیں جب ہم اس کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو انسانوں میں جسمانی طور پر طرح

طرح کی بیماریاں اور قسم قسم کے امراض نظر آتے ہیں۔ روز بروز بیماریوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ایسے حالات میں ایک حاذق طبیب اور ماہر امراض ڈاکٹر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مریض اس کے ہاں جائے اور ڈاکٹر اس کے مرض کی تشخیص کر کے دوا تجویز کر دے۔ لیکن اگر کوئی مریض اپنے احباب و اقارب سے کہے کہ مجھے کسی ڈاکٹر اور حکیم کے علاج کی ضرورت نہیں ہے میں اپنے لیے خود نسخہ تجویز کر سکتا ہوں تو کیا اس کے رشتہ دار ایسے مریض کی رائے کو کسی قسم کی وقعت دیں گے یا قابلِ اعتماد سمجھیں گے؟

جس طرح اِنسان کا بدن طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح اِنسان کی رُوح بھی قسم قسم کے امراض کا شکار ہو جاتی ہے۔ اِس دُنیا میں طاعون، کینسر، بخار کی اتنی کثرت نہیں ہے جتنی کہ چوری، ڈاکہ زنی، لوٹ مار، ظلم و تعدی، بغض و عداوت، کینہ و حسد، خیانت و بددیانتی، زناکاری، جھوٹ و بہتان، شراب نوشی، جوا، حرام خوری، قتل و غارت، جھوٹی گواہی، بے انصافی اور شرک و بدعات وغیرہ، اِن رُوحانی بیماریوں کی کثرت ہے۔

پس جس طرح جسمانی مرض کا بیمار یہ کہے کہ مجھے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں میں اپنا علاج خود تجویز کرلوں گا یہ اس کی واضح حماقت اور کھلی نادانی ہے۔ اس طرح کسی روحانی مریض کا یہ کہنا کہ میں از خود اپنے لیے نسخہ ہدایت تجویز کر سکتا ہوں اہل فکر و نظر کے ہاں یہ حماقت پہلی حماقت سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لیے کہ وہ نظر آنے والے ٹھوس جسم کا علاج نہیں کر سکتا تو روح جو ایک جسم لطیف ہے اور جس کی ماہیت و حقیقت اور اوصاف کا معلوم کرنا احاطہ عقل سے باہر ہے۔ اس کا علاج از خود کس طرح ممکن ہے؟۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریوں کے لیے ضروری ہے کہ ڈاکٹر و حکیم ہوں۔ جگہ جگہ شفاء خانے قائم کیے جائیں دواؤں کا انتظام کیا جائے۔ اسی طرح ضرورت ہے کہ اللہ ربّ العزت کی جانب سے روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے روحانی طبیب بھیجے جائیں تا کہ وہ تشخیص کر کے روحانی امراض کا شافی نسخہ تجویز کریں مکمل علاج کریں اور روحانی امراض میں مبتلا لوگ ابدی عذاب اور ہلاکت سے بچ جائیں۔ شریعت اسلامیہ میں ان روحانی اطباء کو انبیاء اور پیغمبر کہتے ہیں۔

نبوت و رسالت محض عطیہ الٰہی ہوتا ہے : نبوت و رسالت کا منصب محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہوتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے عنایت کردیتا ہے نبوت و رسالت اِکتسابی چیز نہیں ہے کہ عبادت و ریاضت اور کسی خاص قابلیت اور استعداد سے حاصل ہو جائے۔

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے کہ :

ترجمہ "اللہ خوب جانتا ہے کہ اس نے کس کو رسالت عطا کرنی ہے"۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا :

ترجمہ "اللہ تعالیٰ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت (نبوت) کے لیے جس کو چاہتا ہے"۔

مُعجزہ : اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور رسُول (علیہم السلام) کی حقانیت و صداقت دنیا پر واضح کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو معجزات اور آیاتِ بینات عطا فرماتا ہے، اور یہ معجزات ان کی نبوّت و رسالت پر برہان اور دلیل ہوتے ہیں تا کہ لوگ ان خلافِ عقل امور کو دیکھ کر ان کی نبوّت پر ایمان لائیں۔ اور یہ سمجھ لیں کہ یہ مامور من اللہ ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بننا، عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مردوں کا زندہ ہونا، حضرت سُلیمان علیہ السلام کا پرندوں کی بولی سمجھنا اور ان کا تخت ہوا پر اڑنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا سرد ہو جانا، حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کا موم ہو جانا اور امامُ الانبیاء سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جانا۔ جانوروں کا آپؐ سے ہم کلام ہونا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، لکڑی کے ستون کا رونا، یہ سب ایسے کام ہیں جو بشری طاقت و قوت سے ممکن نہیں ہیں۔ معلوم ہوا یہ امور اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام کی صداقت و حقانیت ظاہر کرنے کے لیے ظاہر فرمائے ہیں۔ عقائد کی تمام کتب اس پر گواہ ہیں کہ معجزے کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے یعنی معجزے میں ہاتھ انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے اور کام کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔ وہ جب چاہتا ہے جہاں چاہتا ہے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے معجزہ صادر کروا دیتا ہے۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کا معصُوم ہونا : منصبِ نبوّت و رسالت کے لیے جو

برگزیدہ بندے مُنتخب ہوتے ہیں، ان کا ظاہر و باطن اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے۔ اِرتکابِ گناہ تو دُور کی بات ہے، ان سے گناہ کا اِرادہ بھی ممکن نہیں ہے۔ انبیاء و رُسل علیہم السّلام ماں کی گود سے لے کر لحد تک، اور لحد سے لے کر میدانِ محشر تک اور پھر میدانِ محشر سے جنّت کے داخلے تک صغیرہ کبیرہ گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں۔ وہ زندگی کے کسی موڑ پر اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا۔ اور ان کی عِصمت و طہارت اور پاکیزگی کا عقیدہ ایمان کا حصہ اور جز ہے۔ وہ گناہوں کے قریب بھی نہیں جاتے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ گناہ ان کے قریب نہیں جاسکتے۔ پوری کائنات کے لوگوں کو چاہے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہوں یا تابعین، اولیاءِ کرام ہوں یا امام، محدثین ہوں یا مفسرین، عابد و زاہد ہوں، یا شب زندہ دار ہوں، تہجد گزار ہوں۔۔۔ سب کو حکم ہوتا ہے کہ گناہوں کے قریب نہ جانا۔ لیکن جب انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی باری آتی ہے تو اللہ ربُّ العزت کا انداز بدل جاتا ہے، اور گناہوں سے کہا جاتا ہے کہ خبردار میرے انبیاء (علیہم السّلام) کے نزدیک نہیں جانا۔ اللہ تعالیٰ کا طرزِ اسلوب اس پر گواہ ہے۔ جب زلیخا نے خلوت میں حضرت یُوسف علیہ السّلام کو دعوتِ گناہ دی تھی، تو حضرت یُوسف علیہ السّلام نے نازک موقع پر اللہ کی پناہ چاہی وہاں اِرشادِ الٰہی ہوتا ہے :

قرآن كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَالۡفَحۡشَآءَ (یوسف : ۲۴)

ترجمہ ہم نے یُوسف ؑ سے بُرائی اور بے حیائی کو دُور کردیا۔

آپ نے اس ارشاد سے اندازہ لگالیا ہوگا کہ "یوسف علیہ السّلام کو گناہوں سے نہیں ہٹایا بلکہ گناہوں کو یوسف علیہ السّلام سے دُور کردیا"۔

○ اس طرح رحمتِ کائنات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِعلانِ نبوّت کرتے ہوئے پہلے روز کوہِ صفا پر مکۂ مکرمہ کے لوگوں کو جمع کرکے فرمایا : میں نے تم میں چالیس سال کا عرصہ گزارا ہے۔ میرا بچپن، لڑکپن تم دیکھ چکے ہو۔ میری جوانی تمھارے سامنے ہے۔ میری تجارت بھی مخفی نہیں رہی ہے۔ میں نے شادی بھی کی ہے اور میرے بچے بھی ہیں میری زندگی کے دن اور رات تمھارے سامنے بسر ہورہے ہیں۔ کیا تم نے میری زندگی کی سُفید

چادر پر کوئی داغ دھبہ دیکھا ہے؟۔ میں نے زندگی میں کبھی کوئی جھوٹ بولا ہو۔ کبھی کسی سے وعدہ خلافی و بددیانتی کی ہو۔ میری ذات سے کسی کی عزت کو کبھی خطرہ پہنچا ہو۔ میں نے کبھی امانت میں خیانت کی ہو۔ تمام لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ اے مُحمّد! (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ہم نے ہمیشہ آپؐ کی زبان سے سچ ہی سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں پہاڑ کی بلندی پر ہوں اور تم پہاڑ کے دامن میں ہو۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف ایک فوج تم پر حملہ آور ہونا چاہتی ہے اور تم کو نیست و نابود کردینا چاہتی ہے۔ کیا تم میری بات کو تسلیم کرلو گے؟۔ قریشِ مکہ نے سوچا کہ ہماری کسی ملک سے دشمنی و عداوت نہیں ہے۔ ہمارا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہے پھر یہ حملہ آور لشکر کیسا؟ کئی لوگوں نے پہاڑ کے اوپر جا کر دیکھا مگر ان کو وہاں ایک سپاہی اور فوجی بھی نظر نہ آیا۔ رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہاں ایک فوجی بھی نہیں ہے۔ لیکن میں کہوں تو مان لوگے؟۔ قریشِ مکہ جو اپنی آنکھوں سے حقیقتِ حال دیکھ چکے تھے اور مشاہدہ کرچکے تھے کہ لشکر تو کجا یہاں ایک فوجی بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے عبداللّٰہ کے دُرِ یتیم آپؐ کی چالیس سال کی صداقت و امانت، دیانت اور شرافت ہمیں یہ بات کہنے پر مجبور کررہی ہے کہ ہماری آنکھیں تو دھوکہ کھاسکتی ہیں محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی زبان جھوٹ نہیں بول سکتی۔

ان دو واقعات سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السّلام قبل از نبوّت اور بعد از نبوّت صغیرہ و کبیرہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں۔

مقامِ فکر ہے کہ اگر انبیاءِ کرام علیہم السّلام "معصوم عن الخطا و العصیان" نہ ہوتے تو اللّٰہ ربُّ العزت بے چون و چرا اُن کی اِطاعت و پیروی کا حکم نہ دیتا، اور انبیاء علیہم السّلام کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت قرار نہ دیتا۔ اور نہ انبیاء علیہم السّلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنا قرار دیتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ "جس نے رسُولؐ کی اِطاعت کی اس نے اللّٰہ کی اطاعت کی۔ بے شک جو لوگ آپؐ سے بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللّٰہ سے بیعت کرتے ہیں اللّٰہ کا ہاتھ

ان کے ہاتھ کے اُوپر ہے''۔ (سورۃ فتح : ۱۰)

ہاں انبیاءِ کرام علیہم السّلام سے بشری تقاضوں کے لحاظ سے سہو و نسیان واقع ہوتا ہے۔ کبھی لغزش بھی صادر ہوتی ہے مگر وہ لغزش و بھول ظاہر کے اِعتبار سے معصیت ہوتی ہے۔ حقیقت کے اِعتبار سے وہ بھی اللہ کی اِطاعت ہوتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السّلام کا عصیان بھول چُوک کی وجہ سے تھا۔ شیطان نے جب ربِّ کائنات کی قسم کھائی تو حضرت آدم علیہ السّلام دھوکہ میں آگئے۔ کعبہ کے رب کی قسم ایسے عصیان پر تو لاکھوں طاعتیں قربان ہیں۔ اور یہ حقیقت بھی مدِنظر رکھیے کہ اُمتِ مُسلمہ کا مُتفقہ عقیدہ ہے کہ گناہوں سے معصوم ہونا نبوّت و رسالت کا خاصہ اور صفت ہے۔ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے سوا مخلوقات میں سے کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ جو انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے سوا کسی اور کو بھی معصوم عن الخطا سمجھتا ہے وہ شرک فی النبوت کا ارتکاب کرتا ہے۔

خصائص نبوّت : جن خوش نصیب لوگوں کو اللہ نبوت و رسالت سے سرفراز کرتا ہے وہ اللہ ربُّ العزت کے انتہائی فرمانبردار مطیع اور تابع ہوتے ہیں ان کے دل اللہ کی محبت سے اس قدر لبریز ہوتے ہیں کہ وہاں کسی اور کی محبت کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ ان کے قلوب میں اس قدر اخلاص اور خوفِ الٰہی ہوتا ہے کہ برائی اور نافرمانی کا اِرادہ بھی ان کے قریب نہیں پھٹکتا، اور اللہ کی توحید کا عَلم بلند کرنے اور اُس کی الوہیت و وحدانیت کو بیان کرنے میں جب ان کو ستایا جاتا ہے تو اس تکلیف میں بھی وہ لذت محسوس کرتے ہیں۔

○ حسب و نسب انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا نہایت پاکیزہ اور اُونچا ہوتا ہے۔ چنانچہ شاہِ رُوم ہرقل نے جب ابوسُفیانؓ سے پوچھا کہ مَکّہ مُکرّمہ کے اس رسُولِ انور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نسب کیسا ہے، تو ابوسُفیان رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا : ''وہ ہم میں اُونچے اور بلند نسب والا ہے''۔ ہرقل نے کہا : ''یہ ان کی نبوّت کی ایک علامت ہے۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السّلام ہمیشہ سب سے اعلیٰ بہتر اور بلند تر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں''۔

○ اس طرح فہم و فراست کے اِعتبار سے بھی انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا مقام ارفع اور سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا دھوکے، خیانت سے پاک ہونا اور صدق و صفا سے

متصف ہونا بھی ضروری ہے۔

رسالتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ضرورتِ رسالت کیوں ہے؟۔ اور رسالت و نبوت کے خواص اور اوصاف کیا ہیں؟۔ اب ہم امامُ الانبیاء خاتم النّبیّین سید المرسلین سیدنا محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی خصوصیات اور انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی جماعت میں آپؐ کو جو اِنفرادی اور اِمتیازی مقام حاصل ہے اس کے مُتعلق کچھ عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔

اُمتِ مُسلمہ کا مُتفقہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السّلام، بلکہ پُوری مخلوقات سے افضل و اعلیٰ، اکمل و اشرف، برتر و بالا قدر اگر کسی کی شخصیت ہے تو حضرت محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ اور پھر آپؐ افضل و اعلیٰ تھے تو آپؐ کو عطا ہونے والی ہر چیز اعلیٰ و بالا قدر ہے۔ آپؐ کو ملنے والے معجزات تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو ملنے والے معجزات سے مُنفرد اور بلند تر ہیں۔ آپؐ کی شریعت تمام شریعتوں سے اکمل ہے، اور آپؐ کی جماعت (اصحابِ رسولؐ) تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی امتوں اور ساتھیوں سے بلند تر اور جانثار ہیں۔ آپؐ کا تمام انبیاء علیہم السّلام سے افضل ہونا، اس کی مضبوط دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام سے یہ عہد لیا تھا کہ میں تمھیں نبوّت و رسالت سے سرفراز کرتا ہوں، مگر اس بات کا وعدہ کرو کہ اگر تمھاری موجودگی میں میرے آخری پیغمبر حضرت محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں تو تم اپنی اپنی نبوّت و رسالت کا اِعلان اور تبلیغ چھوڑ کر ان پر ایمان بھی لاؤ گے اور ان کی نصرت و مدد بھی کرو گے۔

اسی طرح حدیثِ پاک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ"۔ کہ میں آدم علیہ السّلام کی اولاد کا سردار ہوں۔

اور میدانِ محشر میں حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک سب لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ میدانِ محشر میں جب لوگ گرمی و تپش اور

خوف کے ڈر سے تنگ آ کر حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس آئیں گے کہ آپ ابوالبشر ہیں، مسجودِ ملائکہ ہیں، آپ اللہ سے کہیں کہ وہ حساب کتاب شروع فرمائیں، تا کہ میدانِ محشر کی اس تکلیف سے تو نجات ملے۔ حضرت آدم علیہ السّلام فرمائیں گے یہ میرا منصب نہیں۔ تم سب لوگ حضرت نوح علیہ السّلام کے پاس چلو اور ان سے کہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش کریں۔ لوگ حضرت نوح علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی عرض کریں گے۔ وہ فرمائیں گے یہ میرا کام نہیں ہے۔ تم ابراہیم علیہ السّلام کے ہاں جاؤ اور ان سے کہو وہ تمھاری سفارش کریں گے۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اپنی درخواست پیش کریں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام فرمائیں گے میں اس کے لائق نہیں۔ تم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس جاؤ اور ان سے کہو۔

علیٰ ہذا القیاس لوگ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے پاس ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی خدمت میں پہنچیں گے۔ وہ لوگوں سے کہیں گے کہ تم حضرت محمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے ہاں جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھاری سفارش کریں۔ لوگ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اپنی عرض پیش کریں گے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم جواب میں فرمائیں گے ہاں یہ منصب میرا ہے اور میں ہی اس لائق ہوں کہ پُوری مخلوقات کی اللہ کے سامنے سفارش کروں۔ پھر آپؐ سفارش فرمائیں گے۔ آپؐ کی سفارش منظُور ہوگی اور اسے شفاعتِ کبریٰ کہتے ہیں۔ یعنی یہ شفاعت صرف اپنی اُمّت کے لیے نہیں ہوگی بلکہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی اُمتوں کے لیے ہوگی۔

آپؐ کے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا قدر ہونے پر اگرچہ دلائل قائم کرنے کی ضرورت تو نہیں، لیکن اتمامِ حُجّت کے لیے یہ دلیل روزِ روشن سے بھی واضح ہے کہ معراج کی رات بیتُ المقدس کے اندر تمام انبیاء علیہم السّلام کی موجودگی میں منصبِ امامت آپؐ کو عطا ہوا، اور آپؐ امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی صفت سے متصف ہوئے، اور جنّت کے اعلیٰ مقامات میں مقامِ وسیلہ جو صرف ایک شخص کو نصیب ہونا ہے، آپؐ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ رَبُّ العزت یہ مقام بھی مجھے عطا کرے گا۔ اسی مقام کے ملنے کی ہم

ھٗــر اذان کے بعد اپنے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے دُعا مانگتے ہیں۔ ''اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ'' اے اللہ ہمارے پیارے نبی حضرت مُحمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جنت میں وسیلہ والی منزل و مقام عطا فرمادے۔

جب آپؐ تمام انبیاء علیہم السّلام سے افضل و اعلیٰ ہیں تو آپؐ کو ملنے والی کتاب قرآنِ مقدس بھی تمام آسمانی کتابوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور وہ اس طرح کہ تمام آسمانی کتابوں میں تغیر و تبدل، تحریف، کمی بیشی ہوئی، لوگوں نے دُنیاوی اغراض کے لیے تورات و انجیل کو مکمل طور پر بدل کر رکھ دیا۔ لیکن قرآن مجید کی کسی آیت میں، کسی کلمے میں، کسی حرف میں کمی بیشی نہ ہوسکتی ہے اور نہ ہوگی۔ اس لیے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔

اسی طرح آپؐ کو عطا ہونے والے معجزات نرالے اور عجیب ہیں۔ ان معجزات میں سے سب سے بڑے دو معجزے ہیں۔ ایک قرآنِ مقدس اور دُوسرا سفرِ معراج۔ جس سفر میں اللہ ربُّ العزت نے آپؐ کے وجودِ مقدس کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر بلندیوں کی انتہا تک پہنچادیا۔

اگر حضرتؑ موسیٰ علیہ السّلام کو یہ معجزہ عطا ہُوا کہ عصا پتھر پر ماریں تو چشمے بہہ نکلیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معجزہ عطا ہوا کہ انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔

اگر حضرت سُلیمان علیہ السّلام کا تخت فضا میں اڑتا ہے اور ایک مہینہ کی مسافت صبح اور ایک مہینے کی مسافت شام کو طے کرتا ہے تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو سفرِ معراج میں جو سواری عطا ہوئی وہ اپنا قدم اس جگہ رکھتی تھی جہاں تک انسان کی نگاہ جائے۔ آپؐ آسمانوں سے پار سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جہاں تک اللہ لے گیا وہاں سے ہوکر واپس آئے تورات کا کچھ ہی حصہ گزرا تھا۔

اگر حضرتؑ سُلیمان علیہ السّلام پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بھی اُونٹ ہم کلام ہُوا، اور آپؐ سے وہ لکڑی بھی ہم کلام ہُوئی جس کی نہ زبان ہے نہ ہونٹ۔ کس حد تک ان معجزات کا اور کمالات کا تذکرہ کیا جائے۔ بس اِتنا ہی کہا جاسکتا ہے :

حُسنِ یُوسفؑ دَمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خُوباں ہمہ دارند تُو تنہا داری

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

ختمِ نبوت: ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ سلسلۂ نبوت کا سُنہری باب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس پر اختتام پذیر ہوا۔ حضرت آدم علیہ السّلام سے نبوت کی ابتداء ہوئی اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات پر اس کی انتہا ہو گئی۔ اور آپؐ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کر دیا اب اس دین کی تبلیغ و اشاعت کی ذمہ داری علماءِ کرام کے کاندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔ جب دین کامل ہو گیا تو اب نئے پیغمبر اور رسُول کی ضرورت بھی نہ رہی۔

وَ لٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کہ میرا پیغمبر حضرت مُحمّدؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کے رسُول ہیں اور تمام انبیاء علیہم السّلام سے آخر میں آنے والے ہیں۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ختمِ نبوّت پر کثرت کے ساتھ احادیث بھی گواہ اور شاہد ہیں۔

رسُولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

حدیث ”مجھ پر انبیاء علیہم السّلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا“۔

ایک اور موقع پر جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ کو مدینہ منوّرہ میں چھوڑ کر خود ایک جنگ پر تشریف لے گئے تھے۔ پیچھے سے منافقین نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو طعنے دیے کہ تمھیں اس قابل نہیں سمجھا گیا کہ جنگ میں ساتھ لے جاتے۔ بلکہ تمھیں بچوں اور عورتوں کی نگرانی کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ منافقین کے ان طعنوں سے تنگ آکر تیز رَو سواری پر لشکر کو جا ملے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وجہ پوچھی۔ انھوں نے وجہ عرض کی تو رسُولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے علی! کیا تم اس بات پر

راضی نہیں ہو کہ میں تم کو اس طرح چھوڑ کر جا رہا ہوں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت ہارون علیہ السّلام کو چھوڑ گئے تھے۔ لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

آپؐ کا ایک اور ارشادِ گرامی ہے :

حدیث میرے بعد تیس بڑے بڑے دجال اور کذاب ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کا پیغمبر ہے۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ان ہی ارشادات کی روشنی میں اُمتِ مُسلمہ کا مُتفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صفتِ ختمِ نبوّت کا انکاری اسی طرح کافر ہے جس طرح اللہ کی الوہیت اور قیامت کا مُنکر کافر ہے۔ جو شخص آپؐ کے بعد کسی شخص کے لیے کسی طور پر بھی نبوّت کا قائل ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

عمومِ بعثت : رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السّلام بھی دنیا میں تشریف لائے ان کی دعوت اور رسالت ایک خاص قوم کے لیے اور خاص علاقے کے لیے تھی۔ حضرت نوح علیہ السّلام کو صرف ان کی اپنی قوم کے لیے نبی و رسُول بنایا گیا۔ حضرت ہود علیہ السّلام کو صرف قومِ عاد کی طرف پیغمبر بنایا گیا۔ حضرت صالح علیہ السّلام کو ان کی قوم ثمود کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السّلام کو صرف مدین والوں کے لیے پیغمبر بنایا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا گیا۔ غرض یہ کہ ہر پیغمبر علیہ السّلام ایک قوم کے لیے ایک قبیلے کے لیے ایک علاقے اور ایک شہر کے لیے بھیجا گیا۔ لیکن ہمارے پیارے پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت اور پیغام ایک قوم کے لیے مخصُوص نہیں تھا بلکہ آپؐ کی بعثت و دعوت اور نبوّت عرب و عجم ایران و رُوم، چین و ہند پُورے عالمِ اِسلام کے لیے اور پُوری کائنات کے لیے تھی۔ آپؐ نے اپنی دعوت کے آغاز میں صرف اہلِ عرب یا اہلِ مکہ کو مخاطب نہیں فرمایا بلکہ آپؐ نے فرمایا: "یَا اَیُّھَا النَّاس" اے کائنات کے لوگو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسُول ہوں۔ پس آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پوری کائنات کے لیے نبی اور رسُول ہیں اور اب قیامت تک آپؐ ہی کی نبوت و رسالت کا

ڈنکا بجتا رہے گا۔

ایمان بالرسالت کے بنیادی تقاضوں میں سے دو تقاضے سب سے زیادہ اہم ہیں۔ ایک محبتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، دوسرا اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

محبت رسول ﷺ : جو خوش نصیب انسان کلمۂ اسلام پڑھ لیتا ہے اور کلمے کی دوسری جز "مُحمّد رسول اللّٰہ" زبان سے پڑھتا ہے تو اس کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والا یہ شخص اپنے پیغمبر اور رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ دنیا کی ہر شئے سے زیادہ محبت کرتا ہو۔ وہ رسُولِ رحمت کو اپنے ماں باپ اولاد خاندان مال و دولت حتی کہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہو۔ قرآن پاک میں اسی طرف اشارہ ہوا ہے۔

ترجمہ "اے میرے پیغمبر (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) فرمادیجیے کہ اگر تمھارے باپ دادا، تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمھاری برادری اور جو مال تم کماتے ہو اور وہ کاروبار جس کے نقصان کا تمھیں فکر لگا رہتا ہے اور تمھارے پسندیدہ مکان، تم کو اللّٰہ اور اس کے رسُول اور جہاد فی سبیل اللّٰہ سے زیادہ پیارے ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللّٰہ اپنا حکم (عذاب) اتارے۔ یقیناً اللّٰہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔ (سورۃ توبہ : ۲۴)

اس آیتِ مبارکہ میں واضح اشارہ موجود ہے کہ ایک مُسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ تعلق اور محبت اللّٰہ کے رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ شخص دعویٰ اسلام میں سچا نہیں ہے اور اسے مومن کہلانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک ارشادِ گرامی اس پر واضح برہان ہے۔

آپؐ نے فرمایا :

1. "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے"۔ (بخاری)
2. ایک اور موقع پر امام الانبیاء سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے فرمایا : "کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا

جب تک وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ رکھے"۔

ہم جب احادیث و سِیَر کی کتب میں اصحابِ رسُول رضی اللہ عنہم کے واقعات پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے اس راز (یعنی محبتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان لوگوں نے کما حقہٗ سمجھا تھا۔ انھوں نے دنیا کی ہر شئے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ ماں باپ کی قربانی دی، اولاد ذبح کروادی، برادری سے ٹکرا گئے، کاروبار ترک کر دیا، مکانات چھوڑ دیے، وطن سے ہجرت کر گئے، دولتِ دنیا نچھاور کر دی، گھوڑے دریا میں ڈال دیے، ریگستانوں میں پیاس سے تڑپتے رہے، یورپ کے کلیساؤں کو ہلا دیا، جنگل آباد کر دیے۔ غرض یہ کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا، انھوں نے حاضر کر دیا۔ جو کچھ آپؐ نے کہا انھوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ جب بھی آپؐ نے پکارا انھوں نے لبیک کہا۔ تپتے ہوئے کوئلوں پر لیٹ کر محبتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا دم بھرتے رہے۔ سارے گھر کا سامان دے کر محبتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا نہیں چھوڑا۔ ان کی طرف آتے ہوئے تیر اپنے سینے پر روک لیے۔ آپؐ نے تھوکا تو انھوں نے لپک کر تھوک اپنے ہاتھ پر لے لی اور پھر بدن پر مل لی۔ آپؐ کے وضو کا بچا ہوا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لیتے ہیں۔ آپؐ کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات نہیں کرتے۔ زور سے بولتے نہیں۔ محبت و الفت کی ایسی مثالی داستان تاریخِ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چند واقعات آپؐ کے گلستانِ ایمان کو تر و تازہ کرنے کے لیے پیش کرتا ہوں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کفارِ مکہ نے قیدی بنالیا۔ ایک روز کفارِ مکہ انھیں پھانسی دینے کے لیے حدودِ حرم سے باہر لائے ہیں۔ کثیر تعداد میں تماشائی یہ منظر دیکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ ان تماشائیوں میں سردارِ مکہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زنجیروں سمیت تختۂ دار کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا:

"زید! میں تم کو کعبہ کے ربّ کی قسم دیتا ہوں کہ سچ سچ بتلانا کہ آج اگر تمھاری

جگہ اس وقت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہوتے اور ہم ان کو تیری جگہ تختۂ دار پر چڑھا دیتے اور تم رہائی پاکر خوش و خرم اپنے بچوں کے ساتھ رہتے تو صحیح نہ ہوتا؟"۔ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے تڑپ کر جواب دیا :

"ہرگز نہیں کعبہ کے رب کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاؤں مبارک میں ایک کانٹا چبھے اور میں اپنے بال بچوں میں بیٹھا ہوں"۔

ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا یہ جواب سُن کر کہا :

"میں نے اپنی زندگی میں کوئی شخص ایسا نہ دیکھا نہ سنا جس سے لوگ اس طرح محبت کرتے ہوں جیسی محبت محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ماننے والے اپنے پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کرتے ہیں"۔

سبحان اللہ! یارانِ پیغمبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کی اپنے رسُولِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت و عقیدت کی شہادت دشمن بھی دے رہے ہیں۔ (ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اس وقت تک مخالفینِ اِسلام میں شمار ہوتے تھے۔ فتحِ مکہ کے روز ایمان قبول کر کے اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے زمرے میں شامل ہو گئے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ)

(۲) جنگِ احد میں کفارِ مکہ نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تیر و تلوار کا نشانہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کی، تا کہ چراغِ اِسلام بجھ جائے۔ آپؐ کے ایک صحابی حضرت مصعب بن عمیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ شکل و صورت میں آپؐ کے بے حد مشابہ تھے۔ کفارِ مکہ نے جب ان کو شہید کر دیا تو یہ افواہ پھیل گئی کہ محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ افواہ اڑتے اڑتے مدینہ منورہ پہنچ گئی۔ مدینہ میں کہرام بپا ہو گیا۔ مہاجرین و انصار کی مستورات فرطِ غم سے گھروں سے باہر نکل آئیں۔ ان مستورات میں ایک عورت دیوانہ وار مدینہ سے اُحد کی طرف چل نکلی۔ سامنے سے مجاہدین واپس آ رہے تھے۔ اس نے بے ساختہ پوچھا کہ میرے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کیا حال ہے؟۔ بتانے والے نے اسے بتایا کہ تیرا والد میدانِ احد میں کام آ گیا ہے اور اسے شہید کر دیا گیا ہے۔ مگر اتنی رُوح فرسا خبر سُن کر پھر بھی اس کی زبان سے نکلا : مجھے والد کی شہادت کی خبر دینے والے یہ بتا کہ میرے محمد

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کیا حال ہے؟۔ اطلاع دینے والے نے کہا : بی بی تیرا بھائی بھی جامِ شہادت نوش کر گیا۔ اس عورت نے بھائی کی شہادت کی خبر سُن کر کہا : مَیں تجھ سے پوچھتی ہُوں بتا میرے مُحمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کیا حال ہے؟۔ اس شخص نے کہا تیرا سرتاج بھی شہید ہو گیا ہے۔ اس نے کہا میں اپنے سرتاج کی نہیں، کائنات کے سرتاج صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بات کر رہی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ میرے مُحمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کیا حال ہے؟۔ ابنِ جوزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ اطلاع دینے والے نے کہا کہ بی بی تیرا بیٹا بھی جامِ شہادت نوش کر گیا ہے۔ یہ خبر سُن کر کہتی ہے مجھے بتاؤ کہ میرے مُحمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کیا حال ہے؟۔

غور فرمائیے! عورت ذات ہے، صنفِ نازک ہے، اس کا والد، بھائی، شوہر اور بیٹا ایک ہی دن شہید ہو گئے، اور باری باری ان کی شہادت کی خبر سُن رہی ہے۔ اس کے بازو کٹ گئے، سر سے چھت اڑ گئی، کمر ٹوٹ گئی، سہارے چھن گئے، محبت لٹ گئی۔ چاروں آسرے ٹوٹ گئے۔ کتنا دکھ بھرا واقعہ ہے۔ کتنی رنج والم کی اطلاع ہے۔ کتنی حوصلہ شکن خبر ہے۔ مگر اپنے محبُوب پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے والہانہ محبت و وارفتگی، الفت و عقیدت اور تعلق کا یہ حال ہے کہ اتنے عظیم صدمے کی طرف توجہ اور دھیان بھی نہیں دیتی۔ فکر ہے تو صرف ایک، سوال ہے تو صرف ایک، دھن ہے تو صرف ایک کہ مجھے بتاؤ کہ میرے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کیا حال ہے؟۔

اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے اس عورت کی اس والہانہ محبت کو دیکھا تو کہا بی بی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو خیریت سے ہیں۔ کہتی ہے : مجھے دکھاؤ، میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ لوگ اسے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چہرۂ انور دیکھا تو بے ساختہ کہتی ہے : یارسُول اللّٰہ! اگر آپؐ سلامت ہیں تو بڑی سے بڑی مُصیبت بھی کچھ نہیں ہے۔

غور فرمائیے! ایسی محبت و وارفتگی، عقیدت و عشق اور کائنات کی ہر شے سے زیادہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پیار۔ ایسا نادر شاہکار ہے جس کی مثال گزشتہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام

کے ساتھی پیش کرنے سے عاجز اور قاصر رہے۔ اور پھر آفتابِ قیامت کے طلوع ہونے تک دُنیا اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔

(۳) آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک جانثار صحابی حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ہیں۔ والد بچپن ہی میں داغِ مفارقت دے گیا ہے۔ یتیمی کا احساس شفیق ماں نے نہیں ہونے دیا۔ لاڈ اور پیار سے پالا نخرے اور ناز اٹھائے، محبت بھرا سایہ عطا کیا، ان کو اپنی ماں سے بے حد پیار تھا۔ کائنات میں ماں کا سایہ ہی نصیب ہوا تھا۔ ان کی پوری کائنات ان کی ماں ہی تھی، ماں کی معمولی تکلیف ان کو بے چین کر دیتی۔ ایک دن ہدایت کے دروازے کھلے اور حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے دل میں خیال آیا اور کسی غیبی قوت نے جھنجھوڑا کہ سعد! وہ بھی کوئی زندگی ہے جو اس دنیا میں بسر کی جائے اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کٹ کر بسر کی جائے۔ اٹھے اور سیدھے دربارِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں آئے۔ اور آپؐ کے دستِ اقدس پر اِسلام وایمان کی بیعت کی اور اپنا نام زمرۂ اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم میں درج کروالیا۔

ادھر ماں کو خبر ہوئی کہ میرے بیٹے نے باپ دادا کے دین سے بغاوت کر کے محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لائے ہوئے دین کو قبول کرلیا ہے۔ میری زندگی کا سہارا بُت پرستی ترک کر کے خدا پرست ہو گیا ہے۔ ہرجائی سے یک جائی بن گیا ہے۔ در در پر سر جھکانے کے بجائے ایک آستانے پر سر جھکانے والا بن گیا ہے۔ تو ماں نے قسم کھالی کہ جب تک میرا بیٹا محمد کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دین و مذہب کو چھوڑ کر واپس پہلے دین پر نہیں آجاتا میں اس وقت تک اپنے سر میں تیل کنگھی نہیں کروں گی۔

سائے میں نہیں آؤں گی اور کھانا پینا بھی چھوڑے رکھوں گی۔ میرا بھوکا پیاسا رہنا اسے تڑپا دے گا اور وہ میری بات تسلیم کر کے پرانے دین میں واپس آجائے گا۔

کسی نے ماں کی یہ حالت اور ماں کی شرائط و مطالبات حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو جا کر بتلائے تو حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تیزی سے ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ماں جو دین میں نے قبول کیا ہے وہی سچا اور برحق دین ہے اور جو کچھ محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں وہی راہِ نجات ہے۔ میں تمھیں بھی دعوت دیتا ہوں، کہ محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دامن

سے وابستہ ہو جاؤ اور دین توحید قبول کر لو۔

ماں نے کہا سعد بیٹے! میرا فیصلہ اٹل ہے کہ جب تک تم محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو چھوڑ کر اپنے پہلے دین میں واپس نہیں آجاتے اس وقت تک میری یہی حالت رہے گی۔ اگر تجھے میری زندگی عزیز ہے تم میرے ساتھ محبت کرتے ہو تو تمھیں دو میں سے ایک کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ جان سے پیاری ماں اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اب حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی کڑی آزمائش تھی سخت امتحان تھا۔ وہ دوراہے پر کھڑے تھے۔ ایک طرف ماں کی مامتا اور شفقت اور ماں کے پہلو میں گزرے ہوئے اٹھارہ سال۔ خُون کا رشتہ، دُودھ کا تعلق اور دُوسری طرف محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ رُوح کا رشتہ و تعلق اور چند لمحوں کی دوستی و رفاقت۔ مگر حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ماں کی گفتگو سن کر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کہا: ماں! صرف تجھے نہیں ساری کائنات کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دامن نہیں چھوڑ سکتا۔ ماں تو کہتی ہے کہ میں تڑپ تڑپ کر مرجاؤں گی تو سنو تیرے جسم میں ایک روح ہے اگر تیرے جسم میں سو روحیں ہوتیں اور دھوپ میں بھوک سے تڑپ تڑپ کر ایک ایک کر کے میرے سامنے نکلتیں تو میں یہ برداشت کر سکتا ہوں لیکن دین اسلام سے واپس پلٹنا مجھے منظور نہیں ہے۔

ماں نے کہا: سعد بیٹا! سوچ لو۔ مَیں تمھاری ماں ہوں، اور مائیں ٹھنڈی چھاؤں ہوتی ہیں، اور ماں جیسی ٹھنڈی چھاؤں کہیں بھی نہیں ملتی۔

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے کہا: اس سے انکار نہیں ہے کہ ماں کی ٹھنڈی چھاؤں کہیں بھی نہیں ملتی۔ مگر ماں جی! تمھاری ٹھنڈی چھاؤں کب تک رہے گی۔ صرف موت تک نا؟۔ تیری آنکھیں بند ہو جائیں یا میری آنکھیں بند ہو جائیں تو چھاؤں ہی نہیں رہے گی، ٹھنڈک کہاں سے آئے گی؟۔ مگر جس محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دامن میں تھام کر آیا ہوں اس کی ٹھنڈی چھاؤں تو میدانِ حشر کی گرمی میں بھی کام آئے گی اور قبر کی گھبراہٹ میں بھی کام آئے گی۔

ماں! اِس سے اِنکار ممکن نہیں ہے کہ بھائی بے وفائی کر سکتا ہے، بہن قطع تعلق

کر سکتی ہے، بیٹے چھوڑ سکتے ہیں، دوست غداری کر سکتے ہیں۔ مگر ماں کی محبت میں فتور نہیں آسکتا۔ لیکن ماں کی رحمت و محبت کا سایہ کب تک رہے گا۔ ماں کی شفقت کی چادر کب تک بچھی رہے گی۔ صرف موت تک نا؟۔

میدانِ حشر میں تو تم مجھے پہنچاننے سے بھی انکار کردوگی، بلکہ کہے گی کہ اسے دوزخ میں ڈال دو اور مجھے نجات عطا کردو۔ اور جس محمد عربی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا دامن میں تھام کر آیا ہوں وہ تو میدانِ حشر میں بھی جامِ کوثر پلائیں گے۔ شفاعت کی چادر میں ڈھانپ لیں گے۔ اپنے جھنڈے کے نیچے جگہ دیں گے اور ہاتھ پکڑ کر جنّت کی بہاروں میں لے جائیں گے۔ اب تو خُود ہی بتائیں اُس عظیم ہستی کو چھوڑ کر تیرا دامن کس طرح تھام لوں۔ اِس لیے اگر تُو میرے راستے کی دیوار بنتی ہے تو مَیں تجھ جیسی کروڑوں مائیں محمد عربی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی جُوتی کی نوک پر قُربان کرتا ہُوں۔

محبّتِ رسُول کا معیار

اِطاعتِ رسُول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

گزشتہ مضامین میں ہم محبتِ رسُول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے تحت کئی واقعات پیش کر چکے ہیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن اور مُسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ کائنات کی ہر شَے سے بڑھ کر آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے محبت و عقیدت نہ رکھتا ہو۔ لیکن محبت دِل کی کیفیت کا نام ہے اور اس کا اِظہار اِنسان کے افعال و کردار سے ہوتا ہے۔ اگر مُحِب اپنے محبُوب کی ادا نہیں اپناتا اور اس کا حکم نہیں مانتا تو وہ مُحِبِ زبانی جمع خرچ کا سوداگر ہے۔ عاشقِ صادق وہ ہوگا جو اپنے محبُوب کی اداؤں پر جان دیتا ہو۔ اپنے محبُوب کے ہر حکم و فرمان کے سامنے سر جھکاتا ہو۔ محبُوب کا مطیع اور فرمانبردار ہو جس کام کے کرنے کا محبُوب حکم دے وہ کر گزرے اور جس کام سے روک دے اس سے اسی وقت رک جائے۔

اس محبت وعشق کے دعوے کا کیا فائدہ جس میں اطاعت کا جذبہ نہ ہو۔ عقیدت کا دعویٰ ہو لیکن فرمانبرداری نہ ہو۔ عشقِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بلند بانگ دعویٰ ہو مگر فرائض و سُنن کی ادائیگی سے بے پرواہی ہو۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پیار کا مدعی ہو لیکن اوامر و نواہی کا پابند نہ ہو۔ پھر یہ دعویٰ محبت سراسر منافقت اور معصیت ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے : ؎

اَتَعْصِي الرَّسُوْلَ وَ اَنْتَ تَظْهَرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعُمْرِيْ فِي الْقِيَاسِ بَدِيْعٌ

خدا کی قسم یہ بڑی انوکھی اور عجیب بات ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے تو محبت و پیار کا اظہار بھی کرے اور پھر ان کی نافرمانی اور حکم عدولی بھی کرے۔

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ

اگر تُو عشقِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دعویٰ میں سچا ہے تو ہر معاملہ میں اپنے پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِطاعت کر۔ کیونکہ جو عاشق ہوتا ہے وہ اپنے محبُوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

صرف دعویٔ محبت، جو اِطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے خالی ہو، اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز قبول و منظُور نہیں ہے، اور اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں کیا، دُنیا کا کوئی عقل مند اِنسان بھی اِس طرح کا کھوکھلا دعویٰ قبول نہیں کرسکتا کہ محبت کا دعویٰ کرے، مگر بات نہ مانے۔ عشق کا مدعی ہو، مگر اِطاعت نہ کرے۔ ایک بیٹا اپنے والد سے محبت و پیار کا دعویٰ کرتا ہے، اس کے ہاتھ پاؤں چُومتا ہے، مگر والد کا حکم نہیں مانتا، اور ہر کام والد کی مرضی و منشا کے خلاف کرتا ہے، تو دُنیا کا ہر سنجیدہ اِنسان یہ فیصلہ کرنے پر مجبُور ہوگا کہ بیٹا دعوئِ محبت میں جھوٹا ہے۔ صرف دھوکہ دہی اور مکاری کے لیے زبانی دعویٔ محبت کرتا ہے۔ اگر اسے اپنے والد سے حقیقی اور سچا پیار ہوتا تو کوئی کام والد کی مرضی کے بغیر نہ کرتا۔ اِسی طرح محبتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بلند بانگ دعوے، مگر شادی و غمی کے موقع پر سُنّتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اِعراض۔ عشقِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نعرے، مگر زندگی کے معاملات سُنّتِ نبوی

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلاف۔ حُبِّ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تسبیح، مگر تجارت و صنعت، سیرتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے برعکس۔ یہ سب ڈھونگ ہے، فریب ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں ان خالی دعووں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ وقعت وزن اور پذیرائی صرف ایسے دعویٔ محبت کی ہے جس میں اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا جذبہ ہو، اور جس میں عمل کی چاشنی پائی جائے۔

رحمتِ کائنات امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

حدیث "اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنی خواہشات کو اس شریعت کے تابع نہیں کر دیتا جو شریعت میں لےکر آیا ہوں"۔

یعنی شادی و غمی، مرن پرن، نشست و برخاست، بلندی و پستی، عبادات و معاملات، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، چال چلن۔ غرضیکہ زندگی کے ہر معاملے میں اپنی خواہشات اور مرضی کو قربان کر کے جب تک سیرتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر عمل پیرا نہیں ہوتا، اس وقت تک وہ بندہ اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں مومن نہیں سمجھا جاسکتا۔

اللّٰہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح و ہدایت کے لیے اور اولاد آدم کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے انبیاء و رسل علیہم السّلام مبعوث فرمائے۔ ان کا کام صرف یہ نہیں تھا کہ اللّٰہ کے احکام اللّٰہ سے لےکر بندوں تک پہنچادیں اور بس۔ بلکہ انھوں نے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا تھا اور اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری اور لازمی قرار دی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قرآن وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ۔

ترجمہ ہم نے جتنے رسُول اور پیغمبر اس دنیا میں بھیجے صرف اس لیے کہ اللّٰہ کے حکم سے ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔

ایک اور جگہ پر ارشادِ باری ہوتا ہے:

قرآن اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ

ترجمہ اللّٰہ کی اِطاعت و فرمانبرداری کرو اور اللّٰہ کے رسُول کی اِطاعت کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد باری ہوتا ہے :

قرآن قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

ترجمہ میرے محبوب پیغمبر آپ ﷺ اعلان فرمادیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ان آیاتِ کریمہ میں واضح کردیا کہ ایک مُسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی کے ہر ہر موڑ پر ہر لحظہ اور ہر لمحہ اپنے مرن پرن میں، اپنی خوشی و غمی میں، اپنی صحت و بیماری میں، اپنی تجارت و صنعت میں، اپنے افعال و اعمال میں، اپنے کردار و گفتار میں، اپنی عبادت و ریاضت میں، اپنی نماز میں اور زکوٰۃ میں، اپنے روزہ اور حج میں، اپنی اذان و اقامت میں، اپنے جنازے اور دفن میں امام الانبیاء سرور کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تابعداری اور فرمانبرداری کو وطیرۂ جان بنائے۔ آپؐ کی اطاعت و پیروی کو اپنے اُوپر لازم کرے۔ آپؐ جو کچھ فرمائیں بلاچُون وچرا تسلیم کرے۔ جو آپؐ کہہ دیں، اس پر عمل پیرا ہوجائے۔ ہر ہر بات ماننے کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھے۔ اور آپؐ کی کسی بات اور کسی حکم کے آگے اسے "کیوں؟" کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

○ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِطاعت و فرمانبرداری کو اپنی اِطاعت قرار دیتے ہوئے فرمایا :

قرآن مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

ترجمہ جس نے رسُولِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

○ اسی بات کو امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بیان فرمایا کہ :

حدیث "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی"۔

آنحضرت کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اس لیے قرار دیا کہ ظاہر بات ہے اللہ رَبُّ العزت اپنے احکام عطا کرنے کے لیے خود تو ہمارے پاس نہیں آتے بلکہ کسی پیغمبر کے ذریعے ہی اس نے اپنے احکام بندوں تک پہنچانے ہیں۔ یہ بات اظہر مِنَ الشمس

ہے کہ وہ "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" نماز پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے۔ مگر عملی طور پر نماز پڑھ کر دکھانا اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ نماز بغیر سجدہ و رکوع کے مکمل نہیں ہو سکتی، اور وہ اگر جھک جائے تو "اللّٰہ تعالیٰ" نہیں رہتا۔

اس طرح وہ "اٰتُوا الزَّکٰوۃَ" "زکوٰۃ ادا کرو" کا حکم دے سکتا ہے۔ مگر زکوٰۃ ادا کرکے اسے عملی جامہ پہنانا اس کی شانِ ربوبیت کے مناسب نہیں ہے۔ وہ "کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ" روزے کا حکم تو دے سکتا ہے، مگر اس حکم کو عملی جامہ پہنانا اس کی شان کے لائق نہیں۔ وہ "فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ" کا حکم دے سکتا ہے کہ "نکاح کرو"۔ مگر نکاح کر کے عملی جامہ پیش نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے احکام اور اپنے اوامر و نواہی لوگوں تک پہنچانے کے لیے انبیاء علیہم السّلام مبعوث فرمائے۔ لہٰذا اب اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ بھی رسُولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اطاعت ہے۔

○ جس شخص نے حضرت محمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللّٰہ تعالیٰ کا سچا اور آخری رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تسلیم کرلیا اور ان کی رسالت و نبوت کا اقرار کرلیا تو اب اس کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان کا ہر حکم تسلیم کرے۔ ان کے ہر قول کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے۔ انبیاء علیہم السّلام صرف اس لیے نہیں آتے کہ فقط انھیں رسُول تسلیم کر لو، ان کی رسالت مان لو، انھیں صرف مرکز عقیدت سمجھ لو۔ بلکہ انبیاء علیہم السّلام اس لیے آتے ہیں کہ اس کی رسالت پر ایمان لا کر ان کی مکمل اطاعت کی جائے۔ ان کے تمام احکام مانے جائیں ان کے اقوال پر عمل کیا جائے۔ ان کے طریقے کی پیروی کی جائے۔ ان کے نقشِ قدم پر چلا جائے۔ ان کی سنت کو حرزِ جان بنایا جائے۔ صرف مرکزِ محبت و عقیدت مان لینے سے کامیابی نہیں ہوگی۔ جب تک مرکزِ اطاعت و اتباع نہیں مانا جائے گا۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں کیا فرمایا تھا جب عرفات کے میدان میں آپؐ ایک اونٹنی پر تشریف فرما تھے اور تقریباً ایک لاکھ سے زائد جانثار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم آپؐ کے سامنے تھے، آپؐ نے اس تاریخی خطبے میں ارشاد فرمایا :

حدیث ”اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم نے ان کو مضبوطی سے تھام لیا۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی سنت“۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۲)

- ایک اور موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

حدیث ”بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ اور میری اُمت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک فرقہ کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے“۔

- لوگوں نے عرض کیا: ”یارسُول اللہ وہ نجات پا کر جنّت میں جانے والا فرقہ کونسا ہو گا؟“۔
- آپؐ نے اِرشاد فرمایا: ”نجات پانے والا فرقہ وہ ہو گا جو میرے اور میرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلا“۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸۹)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نجات و فلاح اور ہدایت صرف اور صرف اِطاعتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ بلکہ اُمت کی سرخروئی، سرفرازی اور سربلندی بھی پیروئ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم میں مُضمر ہے۔ فرمانبرداری رسُول صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں عزت و عظمت ہے۔ اسی میں امت کا وقار ہے۔ اور اگر ذرہ برابر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور حکم عدولی ہو جائے تو پھر ذلت و رسوائی ہے۔ ناکامی و نامرادی ہے۔ خسارہ اور سراسر نقصان ہے۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ اصحابِ رسُول رضی اللہ عنہم کی قُدسی جماعت جن کے پاس رہنے کے لیے مکان نہیں تھے۔ پہننے کے لیے مکمل لباس نہیں تھا۔ پاؤں میں پہننے کے لیے جوتے نہیں تھے۔ سواری کے لیے جانور نہیں تھے۔ غربت و تنگدستی کے ستائے ہوئے تھے۔ ناداری و مفلسی کا دَور دَورہ تھا۔ چوبیس گھنٹے میں کھانے کے لیے صرف ایک کھجور ملتی تھی اور کبھی درختوں کے پتوں پر گزارا ہوتا تھا۔ بھوک کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں تھے۔ اس معاشرہ میں ان کو کوئی حَیثیت نہ دی جاتی تھی۔ مگر جب انھوں نے اپنی زندگی اطاعتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھال لی۔ جب انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ ابرو پر سب کچھ قُربان کرنے کا عہد کرلیا۔ جب وہ آنحضرت

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اداؤں پر مر مٹنے کے لیے تیار ہو گئے۔ فرمانبرداریٔ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مجسمہ بن گئے۔ عشقِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ اِتباعِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا شوق بھی پیدا ہو گیا۔ محبتِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ اطاعتِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا جذبہ بھی پیدا ہو گیا۔ اور انھوں نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہر ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا، تو اللّٰہ تعالیٰ نے قیصر و کسریٰ کے تاج ان کے قدموں میں ڈال دیے۔ جب انھوں نے سیرتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیروی کی تو فارس و رُوم کے خزانے ان کے پاؤں میں نچھاور ہو گئے۔ بڑے بڑے بادشاہ ان کا نام سُن کر کانپنے لگے۔ قلندری میں انھوں نے سکندری کی۔ فتح نے ان کے قدم چومے۔ جہاں گئے کامیاب آئے۔ جس طرف کا رُخ کیا وہاں کفر کانپنے لگا۔ سمندروں نے راستے دے دیے۔ جنگل کے درندوں نے ان کے آنے پر جنگل خالی کر دیا۔ شیر نے ان کی غلامی کی۔ کبھی آسمان سے فرشتوں کو اتار کر ان کی امداد کی گئی۔ اور کبھی ان کو غسل دینے کے لیے آسمان سے فرشتے اتار دیے گئے۔ غرضیکہ اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انھیں دنیا میں سرفراز و سربلند کر دیا۔

قارئین کرام! ذرا اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ دیکھیے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہر حکم کے سامنے جھک جانے کا ولولہ دیکھیے۔ اتباعِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا شوق دیکھیے، پھر اپنی زندگی پر ایک نظر ڈالیے کہ ہم کس حد تک آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فرمانبرداری کرتے ہیں؟۔

اِطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما ایک سفر میں امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھے اِتفاق سے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا گزر ایک خاص درخت کے نیچے سے ہوا۔ پھر حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما نے ہمیشہ کے لیے لازم کر لیا کہ جب کبھی اس راستے سے گزرتے تو اس درخت کے نیچے سے ہو کر گزرتے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما سے مُتعلق ہے کہ انھوں

نے ایک روز کہا کہ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عورتوں کو نماز کے لیے مسجد میں آنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ اس لیے اپنی عورتوں کو نماز پڑھنے کے لیے مسجد جانے سے مت روکو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک بیٹے نے کہا کہ آج کل حالات ایسے نہیں کہ عورتیں مسجد میں آئیں اس لیے ہم تو اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیٹے کی بات سُن کر اظہار ناراضگی کیا، خفا ہوئے اور فرمایا میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے اور تم کہتے ہو ہم تو اجازت نہیں دیں گے۔ تم اس طرح کہنے والے کون ہوتے ہو پھر پُوری زندگی اپنے اس بیٹے سے کبھی گفتگو نہیں کی۔

ذرا غور فرمائیے! جس بیٹے سے بولنا چھوڑا ہے، اور ناراض ہوئے ہیں، اس نے دُنیا کا کوئی نقصان نہیں کیا۔ آوارہ گردی کی شکایت نہیں تھی۔ بلکہ بولنا اِس لیے چھوڑا کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان کے بعد تم نے بات کیوں کی۔ آج ذرا اپنے اِرد گرد کے معاشرے پر بھی نظر ڈالیے کہ لوگ اپنے بیٹے کو مارتے ہیں جب وہ دُنیا کا نقصان کرے، جائیداد سے عاق کر دیتے ہیں جب وہ تجارت میں نقصان دکھلا دے۔ لیکن اگر وہ دین کا نقصان کرے، شریعت کی خلاف ورزی کرے، سُنّتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مذاق اڑائے، نماز سے لاپرواہی کرے تو کوئی مُسلمان اپنے بیٹے کو برا بھلا نہیں کہتا، اور اس پر ناراض نہیں ہوتا۔

○ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ وہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سفر میں شامل تھے اور غور سے دیکھ رہے تھے کہ آنحضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کس کس جگہ پڑاؤ کرتے ہیں۔ کس جگہ آرام فرماتے ہیں کس مقام پر حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہوتے ہیں۔ پھر ابنِ عمر رضی اللہ عنہما جب بھی حج کے سفر پر تشریف لے جاتے تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اس جگہ پر ضرور آرام کرتے جہاں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آرام فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ حوائجِ ضروریہ کے لیے اسی جگہ بیٹھتے جہاں آنحضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیٹھے تھے۔ حالانکہ اس طرح اسی جگہ پر پڑاؤ ڈالنا، اسی جگہ پر حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہونا، کوئی شریعت کا حکم نہیں تھا۔ مگر یہ معاملہ محبتِ حقیقی کا ہے۔ عشقِ صادق

کا مظاہرہ ہے کہ اپنے محبوب کی ہر ہر ادا کی مکمل پیروی اور فرمانبرداری کی جائے۔

اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور سیدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

خلیفۂ چہارم دامادِ نبیؐ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ایک سفر پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ کچھ ساتھی اور احباب بھی ساتھ تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ گھوڑے پر سوار ہیں۔ ایک جگہ پر اچانک حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اپنا چابک گرا دیا، پھر گھوڑے سے خود اترے چابک اٹھایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر مسکرائے۔ کسی ساتھی نے دریافت کیا: امیرالمومنین! (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ چابک گرا نہیں بلکہ جان بوجھ کر گرایا گیا ہے۔ پھر خادم ساتھ تھے، شاگرد بھی ساتھ تھے، آپ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) نے کسی کو چابک اٹھانے کا حکم نہیں دیا۔ خود اتر کر اٹھا لیا۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ گھوڑے پر سوار ہوئے اور مسکرائے۔ حالانکہ مسکرانے کا کوئی سبب اور وجہ نہیں تھی۔ آخر آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟۔ سیدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: "ہاں چابک مَیں نے خُود گرایا تھا۔ پھر خُود اٹھایا اور بلاوجہ مسکرایا۔ دراصل بات یہ ہے کہ: ایک روز مَیں اپنے پیارے رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ سفر پر تھا اور ہم اسی راستے سے گزرے تھے جب آپؐ اس جگہ پر پہنچے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چابک گر گیا۔ پھر آپؐ نے مجھے نہیں کہا بلکہ خود گھوڑے سے اترے اور چابک اٹھا لیا۔ پھر گھوڑے پر آپؐ سوار ہو کر مسکرائے تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپؐ کیوں مسکرائے تھے۔ مَیں نے آج اس مقام پر وہی کام کیے ہیں جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیے تھے"۔

○ اسے کہتے ہیں اطاعتِ رسُول اور اتباعِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہ اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ایک ایک ادا اور ایک ایک فعل کی پیروی اور فرمانبرداری کی جائے۔

اس طرح کا ایک واقعہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مُتعلق ہے۔ کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھ رہا تھا۔ (مسئلہ یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے نفل جائز نہیں ہیں) سیدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اسے دیکھا اظہارِ ناراضگی فرمایا، اور

دھکے دے کر اسے عید گاہ سے باہر نکال دیا کہ تو آج وہ کام کرنا چاہتا ہے جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہیں کیا تھا۔

اسی طرح ایک اور صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا واقعہ تاریخ و سِیَر کی کتب میں ملتا ہے کہ وہ دُور دَراز کے علاقے سے سفر کر کے مدینہ طیّبہ تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا اور ملاقات ہوئی۔ اِسلام قبول کیا۔ اِتفاق کی بات ہے کہ جس وقت یہ صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خدمتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں حاضر ہوا تھا تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا گریبان کھلا تھا، آپؐ نے بٹن نہیں لگائے ہوئے تھے۔ پھر اس صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے تمام زندگی اپنا گریبان کھلا رکھا، اس لیے کہ انھوں نے رسُولِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس حالت میں دیکھا تھا۔

اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

امامِ اوّل بلا فصل، یارِ غارِ پیغمبر، امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے خلیفہ مُنتخب ہونے کے بعد جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہی تھا کہ جب تک میں سیدھا رہوں (یعنی اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کرتا رہوں) تو میری بات سننا، اور جب میں کجی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ پھر پوری زندگی خلیفۂ اوّل رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اس نظریے سے انحراف نہیں کیا، اور تمام لوگوں سے بڑھ کر رسُولِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیروی اور اطاعت کی۔ مصر کے مشہُور مؤرخ محمد حسین ہیکل نے سچ کہا ہے کہ ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اطاعت و اتباع مکمل و ایمان اور یقین سے کرتے تھے اور اس ایمان و یقین میں سیدنا ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے جتنی ترقی کی ہے۔ مَیں برملا کہتا ہوں کہ اس کی گرد کو نہ سیدنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پہنچے اور نہ سیدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پہنچ سکے، اور نہ کوئی اور شخص پہنچ سکا۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد چند لوگوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے درخواست کی کہ اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی جگہ کسی اور کو سپہ سالار بنا دیجیے۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: "جس اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو میرے پیارے رسُول انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لشکر کا قائد بنایا تھا میں اسے اس کے عہدے سے نہیں ہٹاؤں گا"۔

اطاعتِ رسُول صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عجیب واقعہ

امامُ الانبیاء سرورِ کائنات صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک روز مدینہ طیبہ کے ایک محلّے سے گزرے تو دیکھا کہ ایک پختہ مکان بنا ہوا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنہم سے دریافت فرمایا: یہ پختہ مکان کس کا ہے۔ انھوں نے عرض کیا: فلاں انصاری صحابی کا ہے۔ آپؐ اس وقت خاموش ہوگئے۔ کسی روز وہی انصاری صحابی رضی اللّٰہ عنہٗ حاضرِ خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا۔ آنحضرت صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ انھوں نے سوچا شاید آپؐ نے میرا سلام سنا نہیں ہوگا۔ اس لیے جواب نہیں دیا۔ دوبارہ سلام کیا۔ مگر آپؐ نے اعراض فرمایا، اور سلام کا جواب تک نہ دیا۔ اس انصاری صحابی رضی اللّٰہ عنہٗ کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ ہر مُصیبت اور ہر دکھ برداشت کرسکتے تھے، مگر آنحضُور صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ناراضگی اور آپؐ کا روگردانی کرنا برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ آنحضرت صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس سے اٹھ کر صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنہم سے پوچھتا ہے۔ آج کیا بات ہے۔ آنحضرت صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرے پر ناگواری و ناپسندیدگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ حتیٰ کہ میرے سلام کا جواب تک نہیں دیا۔ صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنہما نے کہا ہمیں اس کے سوا کسی بات کا علم نہیں ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تیرے مکان کے قریب سے گزرے تھے اور پوچھا تھا یہ کس کا مکان ہے؟۔ ہم نے تیرا نام لیا۔ اس انصاری صحابی رضی اللّٰہ عنہٗ نے یہ بات سنی۔ پھر آنحضرت صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے تصدیق نہیں کرتا کہ یارسُولَ اللّٰہ! کیا آپؐ واقعی اس پختہ مکان کی وجہ سے ناراض ہیں اور کیا پختہ مکان بنانا جائز نہیں ہے؟۔ کچھ بھی نہیں پوچھتا گھر جاتا ہے اور مکان کو گرانا شروع کر دیتا ہے۔ پھر آکر آنحضرت صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بتلایا بھی نہیں کہ یارسُولَ اللّٰہ! اب تو آپؐ راضی ہوجائیں، مَیں نے اپنے مکان کو گرا دیا ہے۔ بلکہ کچھ دِنوں کے بعد اِتفاقاً آنحضُور صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا گزر اسی جگہ سے ہوا۔ دیکھا کہ وہ پختہ مکان موجود نہیں۔ دریافت فرمایا کہ یہاں ایک انصاری صحابی رضی اللّٰہ عنہٗ کا پختہ مکان تھا اُسے کیا ہوا۔ صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنہم نے عرض کیا: یارسُولَ اللّٰہ! آپؐ نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ آپ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرے پر ناپسندیدگی و ناراضگی کے آثار دیکھے، اور جب اسے معلوم ہوا کہ آپؐ پختہ مکان بنانے کی وجہ سے ناراض ہیں تو اس نے فوراً مکان گرادیا۔ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہر تعمیر انسان پر وبال ہے، مگر صرف وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہو۔ اور اگر تم لوگ پختہ مکان بنا کر آرام کی زندگی بسر کرنا شروع کردو تو دینِ اسلام کو دُنیا کے اطراف واکناف تک کون پہنچائے گا؟۔

اسے کہتے ہیں اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور محبتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہ جو چیز آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پسند نہیں وہ مُسلمان کو بھی پسند نہیں ہونی چاہیے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے:۔

ایک روز آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خطبہ دے رہے ہیں کہ دورانِ خطبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مسجد کے دروازے سے داخل ہوئے۔ عین اسی لمحے آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کسی کھڑے ہونے والے صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے فرمایا۔ "اجلس" یعنی "بیٹھ جاؤ"۔ یہ آواز عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے کان میں پڑی تو انھوں نے سمجھا کہ شاید سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھے بیٹھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ وہ اسی جگہ بیٹھ گئے کچھ دیر بعد آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو وہاں بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا تم وہاں کیوں بیٹھ گئے ہو۔ عرض کیا یارسُولَ اللہ! میں جب مسجد میں داخل ہو رہا تھا تو آپؐ کی زبانِ مقدس سے "اجلس" یعنی "بیٹھ جاؤ" کا لفظ سُنا۔ مَیں نے سمجھا کہ شاید آپؐ مجھے ارشاد فرمارہے ہیں۔ اس لیے اسی جگہ بیٹھ گیا ہوں تا کہ آپؐ کی حکم عدولی نہ ہو۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا وہ تو میں نے کسی اور شخص کو کہا تھا۔

ان واقعات سے معلوم ہوا ہے کہ اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم میں اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا جذبہ اور ولولہ کما حقہٗ موجود تھا۔ ان کے دل اتباعِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سرشار تھے۔ فرمانبرداریٔ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے رگ و پے میں سرایت کرچکی تھی۔ وہ مرسکتے تھے مگر اطاعتِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مُنہ نہیں موڑسکتے تھے اسی لیے وہ جس راستے پر چلتے فتوحات کے دروازے کھل جاتے۔ کامیابی ان کے قدم چُومتی۔ قیصر و کسریٰ

کی شاہی کو انھوں نے پاؤں تلے روند ڈالا تھا۔ آج بھی مسلمان عزت و عظمت چاہتے ہیں تو زندگی کے ہر موڑ پر اطاعتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔

اطاعتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اِعراض ذِلّت ہی ذِلّت

جس طرح یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں سرداری و سرفرازی صرف اطاعتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مل سکتی ہے۔ اس طرح یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ جو قوم اطاعتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مُنہ موڑتی ہے۔ وہ دنیا ہی میں ذلیل خوار ہو جاتی ہے۔ ناکامیاں اس کا مقدر بن جاتی ہیں اور شکست کا انھیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جو لوگ رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نافرمانی کرتے ہیں ان کو آخرت میں جو سزا ملے گی سو ملے گی۔ لیکن ذِلّت و خواری دُنیا میں ان کا مقدر بنا دی جاتی ہے۔ یہ بات اپنے دل پر نقش کر لو کہ کامیابی اطاعتِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں ہے اور ناکامی و نقصان نافرمانیٔ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں ہے۔

ذرا دیکھیے!۔۔۔ غزوۂ اُحد میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پچاس صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کو ایک درّے میں کھڑا کیا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست'۔۔۔ یا دیکھو کہ ہماری بوٹیاں فضاءِ آسمانی میں بکھر رہی ہیں۔۔۔ مگر تم نے یہ درّہ ہرگز نہیں چھوڑنا۔ چنانچہ جنگ شروع ہوئی اور اللّٰہ تعالیٰ نے پہلے حملہ ہی میں مسلمانوں کو فتح عطا فرما دی۔۔۔ کفارِ مکہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہیں، ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے ہیں۔ مبارک باد دے رہے ہیں خوشی و انبساط کا اظہار ہو رہا ہے۔

اب درّے میں کھڑے ہونے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم میں سے کچھ نے کہا کہ اب ہمارا درّے میں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کفار کی فوج بھاگ گئی ہے اور ہمارے بھائی خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے ہیں اور مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہیں اب ہمیں بھی درّہ چھوڑ کر خوشی کے ان لمحات میں شریک ہونا چاہیے۔ چالیس صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے یہ درّہ چھوڑ دیا۔ صرف دس صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم وہاں رہے اور ان کا موقف یہ تھا کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے یہ درّہ نہیں چھوڑنا۔ اس لیے ہم تو اس

وقت تک اسی جگہ رہیں گے جس وقت تک خود آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حکم نہیں دیں گے۔ جس وقت چالیس صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ نے درّہ خالی کیا ہے، اسی وقت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے جو اس وقت تک مُسلمان نہیں ہوئے تھے اور کفار کے ایک دستہ کے سپہ سالار تھے۔ عقب سے درّہ پر حملہ کر دیا، وہاں کھڑے ہوئے دس صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کو شہید کر دیا، اور مالِ غنیمت لوٹنے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ پر اتنا زبردست حملہ کیا کہ مُسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور سنبھلنا دشوار ہو گیا۔ بھاگ جانے والی کفار کی فوج بھی پلٹ آئی۔ مُسلمان حملے کی زد میں گھِر گئے۔ ستّر کے قریب اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ جامِ شہادت نوش کر گئے اور سینکڑوں زخموں سے چُور چُور ہو گئے۔ خود آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا دانت مبارک شہید ہو گیا اور سرِ مبارک پر گہرا زخم آیا۔ پریشانی و ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان تمام حالات و مشکلات اور پریشانی و ناکامی اور غم و رنج اٹھانے کا سبب کون سی بات بنی تھی؟۔ اسے اللّٰہ تعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں بیان فرمایا ہے۔ وَعَصَيْتُمْ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ۔ اے مُسلمانو تم نے رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کی۔ جب کہ ہم نے تم کو تمھاری پسندیدہ چیز یعنی فتح و کامرانی دکھا دی تھی۔ یعنی رسُولِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صرف ایک حکم کی عدولی کی وجہ سے فتح شکست میں بدل گئی۔ کامیابی کے بعد ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا ہے کہ رسُولِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نافرمانی اور حکم عدولی ہوگی، تو ناکامی اور رسوائی ہوگی۔ کامیابی و کامرانی، فتح و ظفرمندی، سرفرازی و سربلندی۔ صرف اور صرف اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے مل سکتی ہے۔

یہ بات یاد رکھیے کہ جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ سے یہ اجتہادی خطا ہوئی تھی اور انھوں نے وہ درّہ چھوڑ دیا تھا، اللّٰہ تعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ان کو معاف کر دینے کا اِعلان فرمایا، اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے بھی فرمایا کہ ان سے درگزر فرمائیں۔ آج اس واقعہ کو بنیاد بنا کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ پر تنقید کرنا مُسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔

سُنّت اور بدعت

کلمۂ اسلام میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کا اقرار دراصل اس بات کا عہد ہے کہ میں اپنی زندگی اور زندگی کے طور طریقے اس طرح گزاروں گا جس طرح میرے نبی حضرت مُحمّد کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمائیں گے۔ اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سُنّت و سیرت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرونگا۔ ان کے اُسوۂ حسنہ کو اپنانے کی سعی کروں گا۔

یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ جس دینِ اسلام کو لے کر حضرت آدم علیہ السّلام تا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام آئے اس دین کی تکمیل حضرت مُحمّد رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ گرامی پر ہوئی۔ امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہ دین مسلسل تئیس (۲۳) برس اپنے وجودِ مقدس کا لہو بہا کر، سرِ مبارک زخمی کرواکے، مصائب و تکالیف کے پہاڑ اٹھا کر، رنج و غم برداشت کرکے، ایذائیں سہہ کر، طعنے اور گالیاں سُن کر، قریبی عزیزوں اور دوستوں کو ذبح کرواکے، اور پیارے وطن کو چھوڑ کر اللّٰہ کی مخلوق تک پہنچایا، اور پھر ۹ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں تاریخی خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! مجھ سے دین حاصل کرلو اور میری باتیں غور سے سنو۔

حدیث لَعَلِّیْ لَا اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا۔

ترجمہ "ہوسکتا ہے کہ میں آئندہ سال تمھیں نہ دیکھ سکوں۔ تمھاری اور میری ملاقات نہ ہوسکے"۔

اس موقع پر اللّٰہ ربُّ العزت نے اعلان فرمایا:

قرآن اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

ترجمہ آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کردیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر پُوری کردی، اور اسلام کو تمھارے لیے بطور دین پسند کیا ہے۔

اس آیتِ کریمہ نے وضاحت کردی کہ اسلام کامل اور جامع دین ہے۔ زندگی گزارنے کے جتنے گوشے ممکن ہوسکتے تھے۔ اس کے لیے کچھ اصول، کچھ ضابطے، کچھ قوانین اور کچھ طریقے بیان کرکے انسان کو دوسرے طور طریقوں سے بے نیاز کردیا۔ قرآنِ مقدس نازل کرکے اعلان فرمایا :

قرآن تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ

یعنی اس قرآن میں ضرورت کے تمام احکامات کو کھول کر بیان کردیا گیا ہے۔

اور امامُ الانبیاء سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کو مبعوث فرماکر اعلان کیا :

قرآن لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ

ترجمہ تمہارے لیے اللّٰہ کے رسُول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم چونکہ انسان تھے اور انسانوں والے تمام عوارضات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کو پیش آتے تھے اس لیے آپؐ نے عملی طور پر اپنے آپ کو اُمّت کے لیے بطور نمونہ پیش فرمایا۔ آپؐ شہر کی گلیوں میں چلتے، تجارت کرتے، بکریاں چراتے، کھاتے پیتے، سوتے اور جاگتے تھے، شادی غمی کے عوارضات پیش آتے، آپؐ کی اولاد اور بیویاں تھیں، داماد اور سسر تھے، زندگی کے تمام عوارضات اور حادثات آپؐ کو پیش آتے تھے اور اس طرح آپؐ عملی طور پر امت کے لیے نمونہ تھے۔ اب اُمّت کا کوئی آدمی جو کام بھی کرنا چاہے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی زندگی اور ذاتِ گرامی میں اس کے لیے نمونہ موجود ہے۔ آپؐ کی زندگی کا ایک ایک لحظہ اور لمحہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس لیے مرن ہو یا پرن، خوشی ہو یا غمی، صحت ہو یا بیماری، جہاد ہو یا صلح، سفر ہو یا حضر، جنگ ہو یا امن، سربراہِ مملکت ہو یا مزدور، داماد ہو یا سسر، باپ ہو یا اولاد، مسجد ہو یا بازار، عبادت ہو یا تجارت، نماز ہو یا روزہ، اذان ہو یا تکبیر، نمازِ جنازہ ہو یا تدفینِ میت۔ غرضیکہ زندگی کے نشیب و فراز میں اور زندگی کے ہر ہر موڑ پر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس انسانوں کے لیے کامل اور مکمل نمونہ ہے۔ عبادت و تجارت تو دُور کی بات ہے اس مُعلّمِ کامل صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے قضاءِ حاجت اور تھوکنے تک کے طریقے امت کو سکھائے، بال کٹوانے، کنگھی کرنے اور

ناخن اتروانے کے انداز سکھلائے کہ لوگو! کعبہ کی طرف مُنہ اور پیٹھ کر کے پیشاب نہ کرنا۔ جہاں لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے وہاں قضاءِ حاجت نہ کرنا، جس طرف سے ہوا آرہی ہو اس طرف مُنہ کر کے پیشاب نہ کرنا۔

بدعت : جس شفیق و مہربان پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی امت کو تھوکنے، ناخن اتارنے اور پیشاب کرنے تک کے طریقے اور آداب سکھائے ہیں تو لازمًا اس پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عبادات و معاملات اور دین کے تمام اصول و قواعد اور ضابطے بیان فرمائے ہوں گے۔

اب نتیجہ یہ نکلا کہ زندگی گزارنے کا ہر ہر گوشہ اور شعبہ سُنّتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مطابق ہو تو وہی دین ہوگا۔ آج اگر کوئی شخص عبادت و نیکی کا کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہے جس کام کا وجود اور ثبوت آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مبارک دَور میں نہیں تھا اور خلفائے راشدین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا سُنہری زمانہ بھی اس کام سے خالی نظر آتا ہے اور خیرالقرون یعنی اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے دَور میں بھی وہ کام نہیں ہوتا تھا، آج اگر کوئی شخص اس کام کو نیکی اور ثواب سمجھتا ہے تو وہ سراسر فریب، دھوکہ اور غلط فہمی میں ہے، ایسا کام ثواب اور نیکی نہیں بلکہ بدعت ہوگا۔

○ حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں :

"جو عبادت اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے نہیں کی وہ عبادات تم بھی نہ کرو۔ کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی، جس کو یہ پچھلے پورا کریں، پس اللہ سے ڈرو۔ اے اِسلام کا دعویٰ کرنے والو! پہلے لوگوں کے طریقے اختیار کرو"۔ (الاعتصام علامہ شاطبی جلد۲ صفحہ ۳۱۰)

آج اگر کوئی شخص ایسا عمل اور ایسا فعل کرتا ہے جو عمل آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے دَور میں نہیں ہوا، اور اس عمل کو نیکی اور ثواب سمجھتا ہے تو وہ شخص عملی طور پر یہ کہنا چاہتا ہے کہ معاذاللہ اللہ کا بھیجا ہوا دین ناقص اور نامکمل ہے۔ جس میں نیکی اور ثواب کا یہ کام بیان نہیں ہوا جو آج میری سمجھ میں آیا ہے۔ یا وہ شخص اس بات کا مدعی ہے کہ نیکی اور ثواب کا یہ کام جو میں نے سمجھا ہے معاذاللہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس اور

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قدسی جماعت نے بھی نہیں سمجھا' یا ان کو علم تو تھا مگر امت کو بتلانے میں بخل کیا' اور اللہ کے احکام پہنچانے میں کوتاہی کی۔ حالانکہ اس طرح کا گمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کرنا واضح کفر ہے۔

○ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ :

"جو آدمی بدعت کرتا ہے اور اسے نیکی سمجھتا ہے وہ گمان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی ہے پس جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں نے تمھارے لیے دین کامل کر دیا"۔

○ علاوہ ازیں بدعت ایجاد کرنے والا الٰہی اختیارات کا دعویدار بھی ہے۔ کیونکہ ہر عقل مند انسان جانتا ہے کہ قانون و دستور بنانا ہر کس و ناکس اور ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کا کام نہیں ہوتا' بلکہ اہلِ وطن چند زیرک سمجھدار اور صاحب الرائے اشخاص کو منتخب کر کے یہ کام ان کے سپرد کرتے ہیں۔ ملک بھر میں کوئی اس کا مجاز نہیں ہوتا کہ وہ اپنی طرف سے کوئی قانون بنالے یا کسی قانون میں ترمیم کرے۔

اسی طرح دینِ اسلام کے بارے میں جب ہم نے مان لیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مکمل کامل اور اکمل دستور اور قانون ہے' زندگی گزارنے کے تمام طور طریقے اس میں موجود ہیں' اور خالقِ کائنات جو مختارِ کُل اور رازق ہے' وہی اس کا مستحق ہے کہ قانون اور ضابطے بنائے۔ تو یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کے سوا کسی کو قانون کی ایک بھی نئی دفعہ اور شق تراشنے اور وضع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

اب جو شخص ایک کام کرتا ہے اور اسے نیکی اور ثواب سمجھتا ہے جب کہ قانونِ الٰہی میں اس کام کا نام و نشان اور وجود تک نہیں ملتا تو یہ شخص کسی نہ کسی درجہ میں قوت و اختیاراتِ الٰہیہ میں اپنے آپ کو شریک اور حصے دار سمجھ رہا ہے۔

اس کے علاوہ دنیا داری اور ملکی اصول اور قوانین کے لحاظ سے بھی دیکھیے کہ ایک شخص سو روپے کا جعلی نوٹ بناتا ہے بالکل سرکاری نوٹ کی طرح یا اس بھی خوبصورت

"قائدِ اعظم" کی تصویر بھی چھاپتا ہے۔ کیا وہ نوٹ مارکیٹ میں چل جائے گا؟۔ ہرگز نہیں۔ اب جعلی نوٹ چھاپنے والا پوچھتا ہے کہ مجھے اس نوٹ کے نہ چلنے کی وجہ بتاؤ۔ لوگ کہیں گے مان لیا کہ یہ نوٹ خوبصورت بھی ہے، اس کا کاغذ بھی اعلیٰ ہے، اس کا رنگ بھی دیدہ زیب ہے، نوٹ دیکھنے میں زیبِ نظر بھی ہے، لیکن یہاں کاغذ اور رنگ نہیں چلتا، حکومتِ وقت کی مُہر چلتی ہے، اور تیرے نوٹ پر چونکہ حکومت کی مُہر نہیں ہے، اس لیے یہ جعلی اور نقلی ہے، اور مارکیٹ میں اس کو چلانے والا گرفتار ہو کر سزا پائے گا۔ اس طرح ہر وہ عبادت اور نیکی اور ہر وہ دین کا کام جس پر میرے آقا و مولا حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مُہر نہیں ہوگی، وہ ثواب نہیں ہوگا، بلکہ بدعت ہوگا اور لائقِ سزا ہوگا۔ اس لیے کہ دین کے کاموں میں ہر کس و ناکس کی بات نہیں چلتی۔ رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مُہر چلتی ہے۔

اس لیے عبادت و دین اور نیکی کا ہر کام کرتے ہوئے دیکھنا اور پرکھنا ہوگا کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا اس کام کے بارے میں کیا عمل تھا۔ اگر اس کام کا ثبوت رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کی زندگیوں میں ان کے اعمال و کردار میں مل جائے تو وہ کام سنت ہوگا، کارِ ثواب ہوگا، رضائے الٰہی کا موجب ہوگا، رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خوشنودی کا سبب ہوگا، اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہوگا، اور اگر اس کام کا ثبوت رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت و سُنّت میں بھی نہ ہو، اور اصحابِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعمال سے بھی نہ ہو تو پھر وہ کام بظاہر کتنا ہی خوش نُما کیوں نہ ہو، بظاہر وہ نیکی اور ثواب نظر آرہا ہو، لیکن وہ ثواب نہیں بنے گا، بلکہ گمراہی، غضبِ الٰہی کا سبب اور رسُولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ناراضگی کا موجب ہوگا۔

ہم اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ ہر اچھا کام اور خوش نُما عمل نیکی نہیں ہوتا بلکہ نیکی وہ ہے جس پر رسُولِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مُہر لگی ہو، اور اصحابِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اس کا ثبوت ہو۔

حدیث کی کتب میں تین صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا مشہور واقعہ درج ہے جو ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ کے پاس آئے تھے۔ صرف یہ پُوچھنے کے لیے کہ آنحضرت

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معمولات کیا تھے۔ آپؐ رات کتنی دیر سوتے اور کتنی دیر عبادت میں صرف فرماتے تھے۔ ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ نے امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معمولات سے ان کو باخبر کیا کہ آپؐ رات کو سوتے بھی تھے اور عبادت بھی کرتے تھے۔ یعنی اس طرح نہیں کہ تمام رات آرام سے سوتے رہے اور اس طرح بھی نہیں کہ ساری رات عبادت میں گزار دی بلکہ رات کا کچھ حصہ آرام فرماتے اور کچھ حصہ میں اپنے خالق و مالک کی عبادت کیا کرتے۔ اور اس کے علاوہ آپؐ روزے بھی رکھتے تھے اور درمیان میں تین تین روز روزے چھوڑ بھی دیتے تھے۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ان معمولات اور عبادت کے اوقات کو سُن کر ان تین صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے آپس میں طے کیا کہ امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ہماری آپس میں کیا نسبت ہے۔ وہ تو محبوبِ پروردگار ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، شفیع المذنبین ہیں، ساقیٔ کوثر ہیں، کونین کے سردار ہیں۔ اس لیے ہمیں عبادت و ریاضت اس سے کہیں زیادہ کرنی چاہیے۔

- ایک نے کہا: مَیں قسم اٹھاتا ہوں کہ رات کو آرام نہیں کروں گا بلکہ تمام رات عبادت میں بسر کر دیا کروں گا۔
- دُوسرے نے کہا: مَیں ہمیشہ روزے رکھوں گا کسی دن بھی روزے کو ترک نہیں کروں گا۔
- تیسرے نے قسم اٹھائی کہ: مَیں زندگی بھر شادی نہ کروں گا تاکہ نہ دُنیا کے جھمیلے ہوں گے اور نہ مصروفیت ہوگی اور یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کروں گا۔

غور فرمائیے! بظاہر ان تین صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا ارادہ بھی نیک ہے، دِل میں اخلاص موجود ہے، اور قسم بھی نیکی کے کام کے لیے اٹھا رہے ہیں۔ مگر امامِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جب ان حضرات کی قسموں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپؐ نے انھیں بلایا، اور اظہارِ ناراضگی و ناگواری فرمایا۔ اور کہا کہ تم مجھ سے زیادہ متقی اور پرہیزگار بنتے ہو، اور کیا تم اپنے دل میں مجھ سے زیادہ خوفِ الٰہی رکھتے ہو؟ مجھے دیکھو مَیں رات کو سوتا بھی ہُوں،

عبادت بھی کرتا ہوں، مَیں نفلی ... بھی رکھتا ہوں، اور درمیان میں چھوڑ بھی دیتا ہوں، اور مَیں نے ایک نہیں ... شادیاں بھی کی ہیں۔ اس لیے تم اپنی اپنی قسم کو توڑ کر ان کا کفارہ ادا کرو۔

اس واقعہ سے واضح ہو گیا کہ ہر خوبصورت نظر آنے والا کام نیکی و ثواب کا کام نہیں ہوتا بلکہ نیکی و ثواب وہ کام ہوگا جس پر رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اصحابِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مُہرِ تصدیق ثبت ہوگی۔

بدعت اور حضرت سعید بن مُسیّب رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن مُسیب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل ادا کرتا ہے۔ آپؒ نے اس کو روکا کہ یہ کام جائز نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا: اَیُعَذِّبُنِی اللّٰہُ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہ کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا اور عذاب دے گا؟۔ گویا اس شخص کا نظریہ تھا کہ نفل پڑھنا نیکی اور ثواب کا کام ہے۔ تو کیا اللہ مجھے نفل پڑھنے پر ثواب کی بجائے الٹا عذاب اور سزا دے گا؟۔

حضرت سعید نے جواب میں فرمایا: لَا وَلٰکِنْ یُعَذِّبُکَ بِخِلَافِ السُّنَّۃِ۔ کہ نماز پڑھنے پر تو سزا نہیں دے گا لیکن اپنے محبوب پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت کی مخالفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ضرور سزا دے گا۔ (مسند دارمی)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ہر نیکی و ثواب کے کام کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کام کے لیے شریعت کی تائید حاصل ہے یا نہیں؟۔ اگر سُنّتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اعمالِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کا ثبوت مل جائے تو درست ہے ورنہ وہ کام موجبِ سزا ہوگا۔

بدعت اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

اس طرح کا ایک واقعہ مشہور صحابئ رسُول حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لائق ترین شاگرد حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ نماز ادا کرنے کے لیے ایک مسجد میں داخل ہوا۔ اذان ہو چکی تھی۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ایک شخص نے "اَلصَّلٰوۃ اَلصَّلٰوۃ" پکارنا شروع کیا۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھنے کی اور مسجد کی طرف آنے کی دعوت دے رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سنا تو فرمایا کہ یہ شخص احمق اور پاگل ہے۔ اس کی اذان میں نماز کے لیے جو بلاوا تھا کیا وہ کافی نہیں تھا؟۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا مجھے اس مسجد سے لے کر چل، اس لیے کہ یہ بدعت کرنے والے لوگ ہیں اور میں بدعت والی جگہ پر نماز نہیں پڑھنا چاہتا۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۷۹ و ترمذی جلد ا صفحہ ۲۸)

آپ نے غور فرمایا کہ اس شخص نے "الصلوۃ الصلوۃ" کہہ کر لوگوں کو نماز کے لیے ترغیب دی تھی اور نیکی پر دلالت کرنے والا نیکی کرنے والے جیسا ہوتا ہے۔ کیا اس شخص نے کوئی برائی یا گناہ کا کام کیا ہے؟۔ مگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص کو بدعتی فرمایا۔ صرف اس لیے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مبارک دور میں بھی اذان دی جاتی تھی، لوگ نماز کے لیے آتے تھے لیکن آپؐ نے کبھی کسی شخص سے یہ نہیں فرمایا کہ اذان کے بعد "الصلوۃ الصلوۃ" پکارو، تا کہ لوگ مسجد کی طرف رجوع کریں۔ اگر یہ کام نیکی و ثواب ہوتا تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کی ضرور ترغیب دیتے اور اگر آپؐ نے یہ فعل و عمل نہیں فرمایا تو آج بھی یہ نیکی و ثواب نہیں بلکہ بدعت ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک اور واقعہ احادیث کی کتب میں موجود ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اسے چھینک آئی تو اس نے کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ"۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ"۔ مگر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا۔ بلکہ یوں سکھایا ہے کہ ہر حال میں "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ارشاد کو ایک مرتبہ پھر پڑھیے کہ "وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ"۔ جیسا پیارا اور پاکیزہ جملہ مگر چھینک کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ کیوں؟۔ صرف اس واسطے کہ چھینک کے بعد آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صرف "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہنا سکھلایا ہے۔ اب اسی جملہ پر رک جانا دین اور نیکی ہے۔ اب چھینک کے بعد "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" سے آگے کوئی اور کلمہ کہنا ثواب اور نیکی نہیں بنے گا' بلکہ بدعت اور گمراہی ہوگا۔

بدعت اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ہماری اس گفتگو کے سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر اگر نہ ہوا تو ہماری گفتگو نامکمل رہے گی۔ یہ واقعہ مشہور صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔ ان کو کسی نے اطلاع دی کہ فلاں مسجد کے نمازی نماز کے بعد "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ"۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" اور "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو۔ وہاں پہنچے اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ ذکر اذکار تو مسنون ہے' لیکن یہ کنکریاں سامنے رکھ کر مخصوص ہیئت بنا کر اور آواز کو بلند کر کے کیوں پڑھتے ہو؟۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بل کر کر لیتے ہیں' اور بلند آواز سے اس لیے کرتے ہیں کہ غافل لوگ بھی شامل ہوجائیں۔ (یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ نماز کے بعد جو ذکر اذکار وہ لوگ کرتے تھے وہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ثابت ہیں۔ زیادتی ان لوگوں نے صرف یہ کی تھی کہ اجتماعی صورت بنائی' اور بجائے آہستہ آواز کے بلند آواز سے ذکر کیا) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تعجب ہے تم پر اے امتِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کتنی جلدی ہلاکت میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد تم میں موجود ہے' اور ابھی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک آپؐ کے برتن نہیں ٹوٹے۔ اور تم نے بدعت و گمراہی کا دروازہ کھول دیا ہے۔

میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ تم نے ایک تاریک بدعت ایجاد کی ہے یا تم علم میں اصحابِ رسُول رضی اللہ عنہم سے بڑھ گئے ہو۔ (مجالس الابرار صفحہ ۱۳۳)

اور احکام الاحکام صفحہ ۵۲ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "تم سمجھتے ہو کہ تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ ہدایت پر ہو؟"۔

پھر فرمایا کہ: "تم نے ایک بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے۔ یا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر علم و دانائی میں فضیلت حاصل کر چکے ہو؟"۔

پھر ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو مسجد سے نکال دیا۔

○ ان تمام واقعات اور دلائل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جو شخص بھی دین اور نیکی کا کوئی کام کرنا چاہتا ہے اس شخص کو دیکھنا اور پرکھنا ہو گا کہ آیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کام کیا تھا، یا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں وہ کام ہوا اور اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا تو یقیناً وہ کام دین بھی بنے گا، اور موجبِ اجر و ثواب بھی ہو گا۔ لیکن اگر وہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، نہ کرنے کا حکم دیا، اور نہ ہی اصحابِ رسُول رضی اللہ عنہم نے وہ کام کیا، وہ کام بظاہر کتنا ہی خوش نما اور خوبصورت کیوں نہ ہو، وہ نیکی اور دین نہیں ہو گا، بلکہ بدعت و گمراہی ہو گا، اور باعثِ عذاب و ذلت ہو گا۔

آج ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ عباد البطن علماءِ سُوء، اور جاہل گدی نشینوں نے قوم کو طرح طرح کی بدعات میں مبتلا کر دیا ہے۔ جاہل عوام کو بدعت کے سنہری جال میں پھنسا دیا ہے۔ آج بھی آپ کو وہ لوگ مل جائیں گے جو نماز کے بعد بلند آواز میں اجتماعی کلمہ کا ذکر کرتے ہوں گے، اور اس فعل کو اہلِ سنت کا شعار سمجھتے ہوں گے۔ حالانکہ ایسے لوگوں کو صحابئ رسُول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بدعتی کہہ کر مسجد سے نکال دیا تھا۔ ہاں آج بھی آپ کو ایسے لوگ مل جائیں گے جو مکمل شدہ دینِ اسلام میں دین

کے نام پر اضافہ کر کے بدعت کو رواج دے رہے ہیں۔ اور جب اہلِ حق اس بدعت سے روکیں تو فوراً کہیں گے کہ "اوجی! ہم کوئی بُرا کام کر رہے ہیں؟۔ ہم درود ہی تو پڑھ رہے ہیں۔ گٹھلیوں پر کلمے کا ذکر ہی تو کر رہے ہیں۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیدائش کے دن خوشی میں جلوس ہی تو نکال رہے ہیں"۔

اور تعجب یہ کہ جو عالم ربانی بدعات سے روک رہا ہے اور سُنّتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کر رہا ہے، اسے کبھی "وہابی" کا طعنہ دیا جاتا ہے اور جب اس طعنے سے سیر نہیں ہوتے تو "گستاخِ رسُول" صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یا "مُنکرِ نبی" صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہہ کر مُنہ چڑایا جاتا ہے۔

لیکن مقامِ فکر یہ ہے کہ اہلِ بدعت کے پاس اپنی بدعات کے ثبوت میں کوئی ٹھوس اور عملی دلائل موجود نہیں، اور انھوں نے شیطان کی قیادت میں ایسی بدعات کو گھڑ کے عوام الناس میں مشہور کر دیا ہے جن سے اسلام کی عملی شکل ایسی بن گئی ہے کہ ایک صحیح العقیدہ مُسلمان شرم کے مارے بُت پرستوں اور ہندوؤں سے آنکھ نہیں ملا سکتا۔ یہ عرس، یہ قوالی، یہ قبروں کے پھُول اور چادریں، یہ تیجا، ساتواں اور چہلم۔ یہ فاتحہ بازی، یہ میلاد کے نام پر مُنکرات سے اٹے ہوئے جلوس، یہ پختہ قبریں اور ان پر چراغاں، یہ بیت اللہ کی طرح قبروں کا سالانہ غسل، یہ وراثتی سجادگی اور ان کے پاؤں پر سجدے، یہ اذان سے اوّل و آخر مصنوعی درود، اور انگوٹھے چومنا، یہ قبر پر اذان اور گنے ہُوئے قدموں پر دُعا، یہ قُل کے نام پر یتیموں کا مال کھانا، ایصالِ ثواب کے نام پر فریب اور دھوکہ سے خود مٹھائیوں کا اُڑانا، بزرگوں کی اَرواح کو ایصالِ ثواب کے لیے لاؤڈ سپیکر پر بھانڈوں کی طرح چندہ مانگنا، یہ ماہ بہ ماہ گیارھویں کی رسم، یہ قبر پر بیٹھ کر اُجرتی قرآن پڑھنا، یہ مساجد میں مخصوص ہیئت و کیفیت سے ذِکر بالجہر کرنا، یہ نمازِ جُمعہ کے بعد آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حاضر و ناظر سمجھ کر قیام اور سلام پڑھنا، یہ جنازہ کے بعد دُعا، اور راستے میں کلمۂ شہادت کی آوازیں، یہ اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی اور مرحوم اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے امیدیں، یہ قبروں کی دیوالا، یہ خود ایجاد اذکار و معمولات سے شغف، اور احکام شرعیہ سے لاپرواہی، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ترکِ مؤدت اور چند بعد کے

گنے چُنے بزرگوں سے عشق، نہ صرف عشق بلکہ ان کی ذیلی الوہیت کا اِعلان و اعتراف، یہ لوازماتِ شرعیہ سے عاری پیری مُریدی، یہ غیراللہ کے لیے قربانیاں اور نذر و نیاز، یہ تعزیے، تابوت اور سبیلیں، یہ رسُول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں علمِ غیب اور حاضر و ناظر ہونے کے صریح البُطلان عقیدے۔ یہ سب کچھ آخر کیا ہے؟۔ واضح شرک و بدعات۔ جس میں منبر و محراب کے وارث طبقہ نے بے چاری قوم کو مبتلا کر کے اپنی پیٹ پُوجا کی ہے۔ ہاں ایسی بدعات جن کا ثبوت نہ رسُولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ہے نہ خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ عَنْہُم سے ہے اور نہ ہی صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کی قُدسی جماعت سے۔ اور یہ بات ہم واضح کر آئے ہیں کہ جس نیکی کے کام کا ثبوت آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم سے نہیں ہوگا وہ کام بدعت ہوگا اور باعثِ ضلالت و گمراہی ہوگا۔ جس سے ایک سچے عاشق رسُول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مُسلمان کو پرہیز کرنا چاہیے۔

حدیث مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَھُوَ رَدٌّ۔

ترجمہ جس شخص نے ہمارے اس معاملے (یعنی دین اسلام) میں کوئی نئی بات نکالی وہ ناقابلِ قبول ہے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۳۷۱)

بعض روایات میں فی امرنا کے بجائے فی دیننا کا واضح لفظ موجود ہے۔ اور فی امرنا کی تشریح و تفسیر تقریباً محدثین نے فی دین الاسلام کے الفاظ کے ساتھ کی ہے۔

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ ہر نیا کام بُرا اور مردود نہیں ہے۔ جیسے لاؤڈ سپیکر، بسیں اور کاریں، ٹیلی فون اور ریڈیو اور ہزاروں دیگر اشیاء۔ اگرچہ یہ اشیاء آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اصحابِ پیغمبر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دَور میں موجود نہیں تھیں، لیکن ان دُنیاوی اور ضرورت کی اشیاء سے دین میں تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا، اور ان نئی چیزوں کا وجود دین میں اضافہ اور زیادتی نہیں ہے۔ اور ان چیزوں کو دین بھی نہیں سمجھا جاتا، بلکہ ہر وہ نیا کام بُرا اور مردود ہوگا جو دینِ اِسلام میں دین اور نیکی سمجھ کر ایجاد کیا جائے۔

امامُ الانبیاء سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک اور اِرشادِ گرامی ملاحظہ

فرمائیے جس سے مسئلہ مزید واضح ہو جائے گا۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معمول تھا کہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں فرماتے :

حدیث اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ

ترجمہ "بہترین کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے اور راستوں میں بہترین راستہ محمّد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا راستہ ہے اور بد ترین کام وہ ہے جو نئے نئے گھڑے جائیں اور نیا کام بدعت، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ (مُسلم جلد ا صفحہ ۲۸۵)

اس حدیثِ مبارکہ کے الفاظ پر غور فرمائیے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی سیرت و سُنّت اور اپنے راستے کے مقابلے میں بدعت کا ذکر کر کے یہ بات سمجھائی ہے کہ میری سُنّت، میری سیرت اور میرے بتلائے ہوئے راستے کے خلاف جو کچھ ایجاد کیا جائے گا وہ بدعت ہوگا، اور گمراہی ہوگی، جو نیا کام کتابُ اللہ اور اسوۂ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مخالف ہوگا، وہ مردود اور نامقبول ہوگا۔

بدعت کی عظیم برائی اور دین کے خلاف سازش کی بنا پر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اہلِ بدعت کو تمام کائنات کی لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے، اور سخت وعید سنائی ہے۔

خلیفۂ چہارم امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسُولِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ مقام عیر سے لے کر ثور تک حرم ہے۔ جس کسی نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہو، ایسے شخص کی نہ فرضی عبادت قبول ہوگی اور نہ نفلی عبادت مقبول ہوگی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۴)

اس حدیث میں مدینۂ مُنورہ کی قید احترازی نہیں محض تشنیع کے لیے ہے، اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ مدینۂ مُنورہ میں بدعت بری اور مردود ہے اور مدینۂ مُنورہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر بدعت بری اور مردود نہ ہو، بلکہ جو چیز بُری ہے اور بدعت ہے وہ ہر

جگہ بُری ہے اور ہر وقت بدعت ہے۔ ہاں شہر کے شرف اور عظمت کی بنا پر اس کی بُرائی اور بڑھ جائے گی۔

بدعت اور اہلِ بدعت کی اس سے بڑھ کر بُرائی اور مذمت کیا ہوگی کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین اور شفیق اور مہربان پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بنا کر بھیجا ہے اور جو کفار کے لیے بھی بد دُعا نہیں کرتے ان کی زبان سے بدعتی شخص کے لیے لعنت کے الفاظ نکل رہے ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ:

حدیث "اللہ تعالیٰ کسی بدعتی شخص کا نہ روزہ قبول کرتا ہے، اور نہ نماز، نہ اس کا صدقہ قبول کرتا ہے، اور نہ حج، اور نہ عمرہ اور نہ اس کا جہاد قبول کرتا ہے۔ بدعت کرنے والا اسلام سے اس طرح خارج ہو جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے"۔ (ابنِ ماجہ صفحہ ٦)

اہلِ بدعت کے لیے ایک اور شدید ترین وعید اور اہلِ بدعت سے نفرت کرنے کے متعلق آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد دیکھیے:

حدیث مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔

ترجمہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اِسلام کے گرانے پر مدد اور امداد کی ہے۔ (مِشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۳۱)

اسی حدیث کے پیشِ نظر اصحابِ رسُول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کو بدعت اور اہلِ بدعت سے بے حد نفرت تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص نے آپؓ کو سلام کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے فرمایا مجھے یہ اِطلاع ملی ہے کہ وہ شخص بدعت ایجاد کرنے والا ہے۔ اگر واقعی ہے تو میرا سلام اس کو نہ دینا۔

ہر مُسلمان چاہے وہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو یہ خواہش اور تمنا رکھتا ہے کہ

میدانِ محشر میں امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مبارک ہاتھ سے حوضِ کوثر کا ایک گھونٹ پانی نصیب ہوجائے۔ مگر بدعتی شخص اتنا بدنصیب اور مردود ہے کہ حوضِ کوثر سے ہٹادیا جائے گا اور پانی سے محروم رہے گا۔

رحمتِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ :

حدیث "مَیں حوضِ کوثر پر تم سب سے پہلے جاؤں گا اور پھر میری امت میں سے جو کوئی حوضِ کوثر کی طرف آئے گا، اور جب آبِ کوثر پی لے گا "لَمْ یظما اَبَدًا" اسے پھر کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی۔ پھر میں دیکھوں گا کہ کچھ لوگ حوضِ کوثر کی طرف آئیں گے مگر میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہوجائے گا۔ مَیں کہوں گا یہ تو میری امت کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی ظاہری شکل و صورت میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم سے ملتی جلتی ہے۔ انھیں آنے دو۔ میں ان کو حوضِ کوثر سے جام پلاؤں۔ جواب میں کہا جائے گا : "اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَآ اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ" اے اللہ کے محبوب رسُولِ مُحترم! آپؐ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپؐ کے بعد آپؐ کے دین میں نئی نئی باتیں نکال لی تھیں۔ بدعات پر عمل پیرا تھے۔ یہ سُن کر شفیع المذنبین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمائیں گے "سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ" لعنت اور دُوری ہو اس کے لیے جس نے نئی باتیں ایجاد کرکے میرے کامل دین کو بدل ڈالا"۔ (بخاری شریف)

اس حدیث نے واضح کردیا ہے کہ بدعت ایجاد کرنے والا شخص اتنا بدبخت اور بدقسمت ہے کہ میدانِ محشر میں حوضِ کوثر پر اپنے مہربان پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زبانِ مقدس سے لعنت اور پھٹکار کا مستحق ٹھہرا۔ بدعت کی جہاں اور بہت سی بُرائیاں، خرابیاں اور نقصان ہیں وہاں ایک زبردست نقصان آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بیان فرمایا کہ :

حدیث "جو قوم کوئی بدعت ایجاد کرے گی تو اس کے بدلے اسی مقدار میں سُنّت اس قوم سے اٹھالی جائے گی۔ اس لیے سُنّت کو مضبوط پکڑنا۔ بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے"۔ (مِشکوٰۃ صفحہ ۳۱)

قارئینِ گرامی! کلمۂ اسلام کے دوسرے جز "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی تشریح و تفسیر اختصار کے ساتھ پیش خدمت کی ہے۔ جس میں محبتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اطاعتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عنوان کے تحت، اور پھر سُنّت و بدعت کی تشریح و وضاحت قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کی روشنی میں کی ہے۔ جس کا:

خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ کسی اِنسان کو اگر حقیقتاً امام الانبیاء سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبتِ کامل اور عشقِ صادق ہے اور ان کی رسالت و نبوت کا اقرار ہے تو پھر اس انسان کو عملی طور پر اس کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔ اور وہ اس طرح کہ عبادات و معاملات میں، مرن پرن میں، خوشی غمی میں، اذان و تکبیر میں، نمازِ عید و نمازِ جنازہ میں کفن و دفن میں، تعزیت و تہنیت میں، تجارت و صنعت میں، بادشاہی و غلامی میں۔ غرض یہ کہ زندگی کے ہر موڑ پر دین کا کام کرتے ہوئے سُنّتِ نبی اور اسوۂ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع و پیروی کرنا ہوگی اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کی قُدوسی جماعت کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔ جو کچھ انھوں نے کیا وہی دین ہے اور جو انھوں نے نہیں کیا وہ آج نیکی اور دین نہیں ہوگا۔ بلکہ بدعت ہوگی۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنِ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اصلاح عقائد کے لیے نادر کتب

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان

تفسیر جواہر القرآن	۱۰۰۰/-
جواہر التوحید	۱۵۰/-
اقامۃ البرہان فی رد ہدایۃ الحیران	۱۶۵/-
البرہان فی اصول تفسیر جواہر القرآن	۷۵/-
تفسیر بے نظیر از حضرۃ مولانا حسین علیؒ الوانی	
مع حاشیہ بدر منیر از حضرۃ نیلوی	۱۴۰/-

تصانیف حضرۃ مولانا سید محمد حسین نیلوی مدظلہ

تفسیر تبیین القرآن (قرآن مجید کا مربوط اور تشریحی ترجمہ)	
(حصہ اول، سورۃ فاتحہ تا مائدہ)	۱۸۰/-
القول الاتم فی حیوۃ عیسی ابن مریم	۶۵/-
فیض المستغاث فی حکم الطلقات الثلاث	۶۵/-
فتح الرحمٰن فی قیام رمضان	۴۰/-
الفائض فی الدعا بعد الفرائض	۳۵/-
کلمہ طیبہ اور نماز کا تشریحی ترجمہ	۳۶/-

تصانیف حضرۃ مولانا محمد امیر بندیالویؒ

الدر المنشورہ فی ربط الآیات والسورہ	۱۰۰/-
الاقوال المرضیہ فی احوال البرزخیہ	
مع البقر الشرعی (علامہ نیلوی)	۴۸/-

تصانیف حضرۃ علامہ محمد عطاء اللہ بندیالوی

خطبات بندیالوی (جلد اول)	۲۴۰/-
خطبات بندیالوی (جلد دوم)	۲۴۰/-
حیات النبی ﷺ	۱۵/-
شرک کیا ہے؟	۲۰/-
بدعت کیا ہے؟	۱۵/-
کلمہ اسلام کی تشریح و تفسیر	۳۶/-
سماع الموتی کیا ہے؟	۱۵/-

تصانیف حضرۃ مولانا قاضی محمد یونس انور

تفسیر سورۃ اخلاص	۲۰/-
تفسیر آیت الکرسی	۵۰/-
تفسیر سورۃ فاتحہ	۸۰/-
نماز مصطفی ﷺ	۳۲/-
خطبہ جمعہ	۱۵/-
مسائل زکوۃ	۱۲/-
حلال وحرام	۱۵/-

تصانیف حضرۃ مولانا عبد المجید شاکر چغتائی

سیرت سید المرسلین ﷺ	۱۵۰/-
توحید الٰہ العالمین	۲۰/-
اخیار امت سیرت اصحابؓ سید المرسلین	۵۰/-

تصانیف حضرۃ مولانا عبد الغنی جاجرویؒ

خطبات جاجروی جلد ۱-۲	۲۰۰/-
مقدمہ کتاب التوحید	۲۰۰/-
کتاب التوحید	۱۵۰/-
تفسیر فلاحین اغراض جلالین جلد ۱	۲۵۰/-
تفسیر فلاحین اغراض جلالین جلد ۲	۳۰۰/-
فتح الودود فی حل قال ابوداؤد	۱۲۰/-

تصنیف مولانا حکیم حافظ عبد الخالق خوشابی

شرک کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟	۳۶/-
مقام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۵/-
احکام نماز	۱۰/-

اسلامی کتب کا مرکز

مکتبہ توحید و سنت

بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا

Email:tanveerhaq2002@yahoo.com

710335 Mob. 0303- 6750301